شمارہ نمبر ۲۹

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

مارچ / ۲۰۲۴

دوماہی مجلّہ

الاجماع

- صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی، رفع الیدین کرنا مسنون ہے۔[قسط ۴](آثار صحابہؓ پر اعتراضات کے جوابات)
- وتر کی نماز میں رفع الیدین کا ثبوت۔
- **تحفة المحصی فی ترجمة الامام اللیث بن ابی سلیم الکوفی رحمہ اللہ۔**

- ثقہ، ثبت، امام ابو نعیم، الفضل بن دکین الکوفیؒ (م ۲۱۹ھ) کی شہادت کہ کوفی اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب ترکِ رفع کا تھا۔

ناشر: الاجماع فاؤنڈیشن

فہرست مضامین

نوٹ:

حضرات! ہم نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ اس رسالہ میں کتابت (ٹائپنگ) کی کوئی غلطی نہ ہو، مگر بشریت کے تحت کوئی غلطی ہو جانا امکان سے باہر نہیں۔ اس لئے آنحضرات سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ کتابت کی کسی غلطی پر مطلع ہوں تو اسے دامن عفو میں چھپانے کے بجائے ادارہ کو مطلع فرمادیں، تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کی جاسکے۔ جزاکم اللہ خیراً

ہمارا نظریہ

ہمیں کسی سے عناد و دشمنی نہیں ہے، حدیث میں نماز کے سلسلے میں متعدد روایتیں آئی ہیں۔ ایک پر اگر غیر مقلدین عمل کرتے ہیں، تو ان سے کیوں لڑا جائے، جب کہ وہ بھی حدیث میں آیا ہے۔ لیکن جب وہ حنفیوں کو طعنہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث پر عمل نہیں کرتے قیاس پر عمل پیرا ہیں، تو اس وقت سوچو! کیسے خاموش رہا جائے اور یہ کیوں نہ بتایا جائے کہ حدیث پر تم سے زیادہ عمل کرنے والے ہم ہیں اور تم سے زیادہ حدیث جاننے والے ہم ہیں۔ -محدث ابوالمآثر، حبیب الرحمٰن اعظمیؒ (م ۱۴۱۲ھ)

بادلِ ناخواستہ

انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ فرقہ اہل حدیث اور دوسرے باطل فرقے اپنی تعلیمات اپنے سننے والوں میں بیان کرنے کی بجائے ہمیشہ دوسروں پر، اکثر غیر مناسب انداز میں اعتراض کرنے کو ترجیح دیتا ہے اور اہل حق علماء کو گمراہ اور کافر کہنے تک سے گریز نہیں کرتے، جس سے فتنہ برپا ہوتا ہے۔ ان لوگوں کے اس فتنے کو بند باندھنے کیلئے بادل ناخواستہ قلم اٹھانا پڑتا ہے، ورنہ ملکی اور عالمی حالات اس بات کا تقاضہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی صلاحیتیں کہیں اور صرف ہوں۔ ادارہ: الاجماع فاؤنڈیشن

صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی، رفع الیدین کرنا مسنون ہے۔ [قسط ۴]

آثار صحابہؓ پر اعتراضات کے جوابات۔

از: مولانا نیاز احمد اوکاڑوی حفظہ اللہ

اختصار و ترتیب و حاشیہ و اضافہ: مولانا نذیر الدین قاسمی

محدث ابو عبید، حبیب الرحمن الاعظمی الصغیر رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۴۲ھ) [۱] نے اپنے ''مقالہ تحقیق رفع یدین'' میں لکھا تھا کہ: متعدد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔ (**ملخصاً: مجموعہ مقالات ج ۳، ص ۸۴**)، جس کے جواب میں مولانا رئیس احمد ندوی سلفی لکھتے ہیں: کہ

''ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیہ اپنے اس بیان میں جھوٹے ہیں''۔ (**تحقیقی جائزہ: ص ۲۹۲**)،

بہر حال آثار صحابہؓ کی روایات مع اعتراضات کے جوابات درج ذیل ہیں:

حضرت ابو بکر الصدیقؓ کا عمل ترک رفع یدین کا تھا۔

ثقہ، حافظ، امیر المومنین فی الحدیث، امام ابو الحسن الدارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا ابو عثمان سعید بن محمد بن احمد الحناط و عبد الوهاب بن عیسیٰ بن ابی حیة قالا نا اسحاق بن ابی اسرائیل نا محمد بن جابر عن حماد عن ابراهیم عن علقمة عن عبد اللہ قال صلیت مع النبی ﷺ و مع ابی بکر و مع عمر رضی اللہ عنهما فلم یرفعوا ایدیهم الا عند التکبیرة الاولیٰ فی افتتاح الصلوٰة۔

---

(۱)　یہ محدث شبہ القارۃ الہندیۃ، ابو المآثر، حبیب الرحمٰن الاعظمیؒ (م ۱۴۱۲ھ) نہیں ہے، بلکہ یہ دار العلوم دیوبند کے استاذِ حدیث، شیوخ الامام ابی داود فی السنن وغیرہ کے مصنف، فن اسماء الرجال کے ماہر اور ابن حجر ثانی کے لقب سے مشہور ہے۔

قال اسحاق بہ ناخذ فی الصلٰوۃ کلھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی۔ پس انہوں نے شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔

ثقہ، امام اسحاق بن ابی اسرائیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی حدیث کو عمل کے لیے لیتے ہیں۔ (سنن **الدارقطنی: حدیث نمبر ۱۱۳۳**)،

اس روایت کی تخریج وتحقیق کی تفصیل **مجلہ الاجماع**: ش ۲۶: ص ۳۶ پر موجود ہے۔

حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کا عمل ترک رفع یدین کا تھا۔

دلیل نمبر ''۱'':

ثقہ، حافظ، امیر المومنین فی الحدیث، امام ابوالحسن الدارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا ابو عثمان سعید بن محمد بن احمد الحناط و عبدالوھاب بن عیسیٰ بن ابی حیۃ قالا نا اسحاق بن ابی اسرائیل نا محمد بن جابر عن حماد عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبداللہ قال صلیت مع النبی ﷺ و مع ابی بکر و مع عمر رضی اللہ عنھما فلم یرفعوا ایدیھم الا عند التکبیرۃ الاولیٰ فی افتتاح الصلٰوۃ۔

قال اسحاق بہ ناخذ فی الصلٰوۃ کلھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور **ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی۔ پس انہوں نے شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔**

ثقہ، امام اسحاق بن ابی اسرائیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی حدیث کو عمل کے لیے لیتے ہیں۔ (سنن **الدارقطنی: حدیث نمبر ۱۱۳۳**)،

اس روایت کی تخریج وتحقیق کی تفصیل **مجلہ الاجماع**: ش ۲۶: ص ۳۶ پر موجود ہے۔

دلیل نمبر "۲" اور "۳":

حافظ ابوبکر، عبداللہ بن محمد بن ابی شیبۃ الکوفیؒ (م ۲۳۵ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا یحیی بن آدم عن حسن بن عیاش عن عبدالملک بن ابجر عن الزبیر بن عدی عن ابراھیم عن الاسود قال: صلیت مع عمر فلم یرفع یدیہ فی شئ من صلاتہ الا حین افتتح الصلٰوۃ۔۔۔الخ"۔

حضرت اسود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی تو انہوں نے شروع نماز کے علاوہ کسی بھی جگہ نماز میں رفع یدین نہ کیا۔ (**کتاب المصنف لابن ابی شیبۃ: حدیث نمبر ۲۴۲۶**)

اور فاضل، عالم، محدث ابوالحسن، محمد بن احمد بن موسی الرافقیؒ (م ۳۳۰ھ) فرماتے ہیں کہ

ثنا سيار بن نصر، ثنا أبو عبيدة بن أبي السفر، ثنا عبد الله بن داود الخريبي قال: قال عبد الملك بن أبجر، عن الزبير بن عدي عن إبراهيم، عن الأسود، عن عمر رضي الله عنه: أنه رفع يديه في أول تكبيرة، ثم لم يعد۔ (**جزء الرافقی** بحوالہ مسند الفاروق لابن کثیر: ج ۱: ص ۲۰۵، ت امام)

سند کی تحقیق:

(۱) ابوالحسن، محمد بن احمد بن موسی الرافقیؒ (م ۳۳۰ھ) فاضل، عالم، ادیب اور محدث ہیں۔ (**الجواہر المضیۃ: ج: ص، معجم تاریخ التراث الاسلامی فی مکتبات العالم: ج ۴: ص ۲۵۱۷**)

لہذا وہ صدوق ہیں۔

(۲) سیار بن نصر بن سیار، ابوالحکم البغدادیؒ (**قبل ۲۹۰ھ**) سے ائمہ کی ایک جماعت نے روایت لی ہے۔ (**تاریخ دمشق لابن عساکر: ج ۷۳: ص ۱۰۰، تاریخ بغداد: ج ۹: ص ۲۳۵**) اور حافظ ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) کے نزدیک، وہ ثقہ یا صدوق ہیں۔

(**الکامل لابن عدی: ج ۵: ص ۳۶۲، ج ۱: ص ۷۸-۷۹**) اور ان کے متابع میں ثقہ، حافظ، حجت، امام ابوبکر ابن ابی شیبۃؒ (م ۲۳۵ھ) موجود ہیں۔

(۳) احمد بن عبداللہ بن محمد بن ابی السفر، ابوعبیدۃ الکوفیؒ (م ۲۵۸ھ) سنن ثلاثۃ ماخلا ابی داود کے راوی اور صدوق ہیں۔ (**تقریب: رقم ۲۵۸**) اور ان کے متابع میں ثقہ، ثبت، حجت، حافظ یحیی بن آدم الکوفیؒ (م ۲۰۳ھ) موجود ہیں۔ (**تقریب: رقم ۷۴۹۶، تہذیب التہذیب: ج ۱۱: ص ۱۷۵**)

(۴) عبداللہ بن داود الخریبیؒ (م ۲۱۳ھ) صحیح بخاری و سنن اربع کے راوی اور ثقہ، حجت، عابد ہیں۔ (**تقریب: رقم ۳۲۹۷،**

الکاشف) اور ان کے متابع میں ثقہ، حجت، من خیار أهل الکوفة في زمانه و أفاضلهم، امام حسن بن عیاش الکوفیؒ (م ۱۷۲ھ) موجود ہیں۔ (**تقریب: رقم ۴۹۶۷، تہذیب التہذیب: ج ۱۱: ص ۱۷۵، شرح معانی الآثار: ج ۱: ص ۲۲۷، حدیث نمبر ۱۳۶۴**)

(۵)　عبد الملک بن سعید بن حیان بن ابجر الھمدانیؒ (م **قبل ۱۵۰ھ**) سنن ثلاثہ ماخلا ابن ماجہ کے راوی اور ثقہ، بلکہ ثبت ہیں۔ (**تقریب: رقم ۴۱۸۱، نیز دیکھئے تہذیب التہذیب: ج ۶: ص ۳۹۵**)

(۶)　الزبیر بن عدی الھمدانی الکوفیؒ (**م ۱۳۱ھ**) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، ثبت من أصحاب إبراهيم ہیں۔ (**تقریب: رقم ۲۰۰۱، تہذیب الکمال: ج ۹: ص ۳۱۶**)،

(۷)　ابراہیم بن یزید النخعیؒ (**م ۹۶ھ**) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، أعلم الناس بأصحاب عبد الله و أبطنهم به ہیں۔ (**تقریب: رقم ۲۷۰، کتاب العلل لابن المدینی: ص ۴۳**)

(۸)　الاسود بن یزید النخعی الکوفیؒ (**م ۷۵ھ**) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، مکثر، فقیہ ہیں۔ (**تقریب: رقم ۵۰۹**)

(۹)　عمر بن الخطابؓ (**م ۲۳ھ**) امیر المؤمنین اور خلیفۃ خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (**تقریب**)

حکم:

اس روایت کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں اور کئی ائمہ محدثین نے اس کی تصحیح کی ہے، کما سیاتی۔

اعتراض نمبر ۱:

رئیس احمد ندوی سلفی صاحب کہتے ہیں کہ:

ہم کہتے ہیں کہ یہ روایت بقول امام حاکم ” **شاذة لا يقوم به الحجة** “ ہے۔ (**بلفظہ تحقیقی جائزہ: ۵۸۷**)

اور زبیر علی زئی صاحب نے بھی کہا:

امام ابو عبد اللہ نیشاپوری نے اس روایت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ روایت شاذ ہے، اس کے ساتھ حجت قائم نہیں ہوتی صحیح احادیث میں ہے کہ سیدنا عمرؓ رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع الیدین کرتے تھے۔ (**نور العینین: ص ۱۶۳**)

الجواب:

اولاً　امام ابو عبد اللہ الحاکمؒ (**م ۴۰۵ھ**) کی پوری عبارت یوں ہیں:

”**هذه رواية شاذة لا تقوم بها الحجة، و لا يعارض بها الأخبار الصحيحة المأثورة عن طاوس بن كيسان، عن ابن عمر، أن عمر كان يرفع يديه في الركوع. وعند رفع الرأس منه**“۔ (**الخلافیات للبیہقی: ج ۲: ص ۳۸۲**)،

یعنی ان کے شاذ کہنے کی وجہ ''عن طاوس بن کیسان، عن ابن عمر، أن عمر کان یرفع یدیه في الرکوع. وعند رفع الرأس منه'' کی روایت ہے۔

مگر حافظ ابو محمد الزیلعیؒ (م ۷۶۲ھ) نے کہا:

''قال الشیخ في الإمام: وفي هذا نظر، ففي علل الخلال عن أحمد بن أثرم، قال: سألت أبا عبد الله یعني أحمد بن حنبل عن حدیث شعبة عن الحکم أن طاوسا، یقول: عن ابن عمر عن عمر عن النبي صلی الله علیه وسلم، فقال: من یقول هذا عن شعبة؟ قلت: آدم بن أبي إیاس، فقال: لیس هذا بشيء، إنما هو عن ابن عمر عن النبي صلی الله علیه وسلم، وقال الدارقطني: هکذا رواه آدم بن أبي إیاس. وعمار بن عبد الجبار المروزي عن شعبة، وهما وهما فیه، والمحفوظ عن ابن عمر عن النبي صلی الله علیه وسلم''۔ (نصب الرایہ: ج ۱: ص ۴۱۵، نیز دیکھئے علل الدارقطنی: ج ۱۳: ص ۱۶۴)

یعنی ان ائمہ نے صراحت کی ہے کہ راوی کے وہم کی وجہ سے، یہ روایت عمرؓ سے مروی ہوگئی، ورنہ صحیح یہ ہے کہ ابن عمر سے ہی مروی ہے۔ واللہ اعلم

لہذا جب روایت ہی ابن عمرؓ سے مروی ہے، نہ کہ عمرؓ سے، تو شاذ کا دعوی کمزور ہے۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن دقیق العیدؒ (م ۷۰۲ھ) فرماتے ہیں کہ

''وفي هذا نظر''

امام الحاکمؒ (م ۴۰۵ھ) کا کلام، قابل غور ہے، کما مر۔

دوم اگر اس روایت کو ثابت بھی مان لیں، تو بھی اس سے ہماری روایت پر کوئی اثر نہیں ہوگا، کیونکہ حضرت عمرؓ تو رسول اللہ ﷺ کا عمل نقل کر رہے ہیں، جب کہ زیر بحث مسئلہ حضرت عمرؓ کے اپنے عمل کا ہے۔

تو رسول اللہ ﷺ کے عمل کی وجہ سے، - جو نہ ہمارے دعوی کے مخالف ہے اور نہ فریق مخالف کے دعوی کے مطابق - ، اثر عمر کو ''شاذ'' کہنا نہایت ہی کمزور دعوی ہے۔ واللہ اعلم

سوم محمد بن جابر الیمامیؒ (م بعد ۱۷۰ھ) کے طریق سے ''عن حماد عن ابراهیم عن علقمة عن عبدالله قال صلیت مع النبی ﷺ ومع ابی بکر و مع عمر رضی الله عنهما فلم یرفعوا ایدیهم الا عند التکبیرة الاولی فی افتتاح الصلٰوة'' کی روایت میں عمرؓ کا اپنا عمل ترک رفع کا موجود ہے، جیسا کہ گزر چکا۔

لہذا اس قوی متابع وشاہد کی وجہ سے بھی، امام الحاکمؒ (۴۰۵ھ) کا اعتراض بے وزن ہی معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

اعتراض نمبر ۲:

رئیس احمد ندوی سلفی صاحب کہتے ہیں کہ:

امام سفیان ثوری نے زبیر بن عدی سے صرف یہ بیان کرنے پر اکتفاء کیا ہے کہ'' **ان عمر كان يرفع يديه الى المنكبين** ''۔(**بلفظہ سلفی تحقیقی جائزہ:ص۲۷٦**)

زبیر علی زئی صاحب نے کہا:

امام ابو زرعہ رازی نے الحسن بن عیاش کے مقابلے میں سفیان الثوری کی اس روایت کو اصح قرار دیا ہے، جس میں پھر نہ کرنے کا ذکر نہیں ہے۔

ابن جوزی نے کہا: کہ یہ اثر صحیح (ثابت) نہیں ہے۔

امام ابو زرعہ، امام حاکم اور جمہور کی تحقیق، امام طحاوی کی تحقیق پر مقدم ہے۔

دوسرے یہ کہ اس روایت میں ابراہیم نخعی کوفی مدلس ہیں اور یہ روایت معنعن ہے۔(**نور العینین:ص ۱٦۳-۱٦۴**)

امام البیہقیؒ نے کہا:

''**وقد روى سفيان الثوري هذا الحديث بعينه عن الزبير بن عدي ولم يذكر فيه: ثم لم يعد**''۔(**الخلافيات :ج۲:ص۳۸۲**)

الجواب:

اولاً مسئلہ یہاں پر مخالفت کا ہے ہی نہیں، بلکہ زیادتی کا ہے اور الحسن بن عیاشؒ (م۱۷۲ھ) صرف صدوق نہیں، بلکہ ثقہ، فاضل اور حجت ہیں، چنانچہ

الحسن بن عیاش بن سالم الکوفیؒ (م۱۷۲ھ) صحیح مسلم، سنن الترمذی و سنن نسائی کے راوی اور توثیق درج ذیل ہیں:

* امام یحیی بن معینؒ (م۲۳۳ھ) نے کہا:''ثقة''۔

- ایک اور روایت میں کہا:''ثقة حجة''۔(**شرح معانی الآثار:ج۱:ص۲۲۷، حدیث نمبر ۱۳٦۴**)، چنانچہ امام ابو جعفر الطحاویؒ (م۳۲۱ھ) نے کہا:

''**وهو حديث صحيح لأن الحسن بن عياش, وإن كان هذا الحديث إنما دار عليه, فإنه ثقة حجة, <u>قد ذكر ذلك يحيى بن معين</u> وغيره**''۔(**شرح معانی الآثار:ج۱:ص۲۲۷، حدیث نمبر ۱۳٦۴**)،

* امام ابوالحسن العجلیؒ (م ۲۶۱ھ) نے کہا: ''ثقة''۔
* امام ابوعبدالرحمٰن النسائیؒ (م ۳۰۳ھ) نے کہا: ''ثقة''۔
* امام ابوجعفر الطحاویؒ (م ۳۲۱ھ) نے کہا: ''ثقة حجة''۔
* حافظ ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) نے ان کو 'الثقات' میں شمار کیا ہے۔
* حافظ ابن شاہینؒ (م ۳۸۵ھ) نے بھی ان کو 'الثقات' میں شمار کیا ہے۔
* حافظ ابونصر، ابن ماکولاؒ (م ۴۷۵ھ) نے کہا: ''هو أخو أبي بكر وعمر وهو ثقة''۔
* حافظ ابن الجوزیؒ (م ۵۹۷ھ) نے کہا: ''ثقة''۔ (المنتظم: ج ۸: ص ۳۴۴)
* حافظ ابن خلفون الاندلسیؒ (م ۶۳۶ھ) نے بھی ان کو 'الثقات' میں شمار کیا ہے اور کہا ''كان من خيار أهل الكوفة في زمانه وأفاضلهم''۔ (التراجم الساقطة من كتاب إكمال تهذيب الكمال لمغلطاي: ص ۱۱۱، تہذیب التہذیب: ج ۲: ص ۳۱۳)

اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) کے قول 'صدوق' پر تعقب کرتے ہوئے، صاحبان تحریر فرماتے ہیں کہ

''بل: ثقة، وثقه يحيى بن معين، والنسائي، وأحمد بن صالح، وابن حبان، وابن شاهين، والعجلي، والطحاوي، وابن ماكولا، وابن خلفون، والذهبي. وقال عثمان بن سعيد الدارمي وحده: ليس في الحديث بذاك، وهو من أهل الصدق والأمانة. وأخرج له مسلم في "صحيحه"''۔ (تحریر تقریب التہذیب: رقم ۱۲۷۴)،

دکتور قاسم علی سعد حفظہ اللہ کہتے ہیں کہ

''فقد اتفاق النقاد على توثيق وتعديل الحسن بن عياش، سوى ما قد يظن يقول عثمان الدارمى ويبدو لى انه اراد نفى التوثيق المطلق الذى رواه عن ابن معين؛ لا اخراج الرجل عن مراتب التعديل۔

ومع اتفاق الائمة على تعديل الحسن بن عياش، فانهم اختلفوا فى تحديد المرتبة التى يستحقها، بيد ان الجمهور على توثيقه المطلق، والقول قولهم لان الآخرين لم يذكروا سبباً فى انزاله عن الدرجة العالية۔

وخلاصة القول: ان الحسن بن عياش ثقة - كما قال النسائى - صحيح الحديث، والله اعلم''۔ (منہج الامام النسائی فی الجرح والتعدیل: ص ۵۹۲)

یعنی جب الحسن بن عیاش بن سالم الکوفیؒ (م ۱۷۲ھ) ثقہ، حجت ہیں، تو ان کی زیادتی بھی حجت ہوگی، چنانچہ حافظ ابن

دقیق العیدؒ (م ۷۰۲ھ) کہتے ہیں کہ

''ولو کانا في محل واحد لم تعارض رواية من زاد برواية من ترك، والحسن بن عياش أبو محمد هو أخو أبي بكر بن عياش، قال فيه ابن معين: ثقة، هكذا رواه ابن أبي خيثمة عنه، وقال عثمان بن سعيد الدرامي: الحسن. وأخوه أبو بكر بن عياش كلاهما من أهل الصدق والأمانة، وقال ابن معين: كلاهما عندي ثقة''۔

اگر دونوں ایک درجے کے ہوتے تب بھی اس شخص کی روایت جس نے اضافی چیز نقل کی اس شخص کی روایت کے معارض نہیں ہوتی جس نے اس اضافہ کو نقل نہیں کیا ہے، اور ابومحمد الحسن بن عیاش یہ ابوبکر بن عیاش کے بھائی ہیں، ابن معین انہیں ثقہ کہتے ہیں، ابن ابی خیثمہ نے ابن معینؒ سے یہی نقل کیا ہے، اور عثمان بن سعید الدارمیؒ کہتے ہیں، حسن اور ان کے بھائی ابوبکر بن عیاش دونوں اہل صدق اور امانت ہیں، اور ابن معینؒ کہتے ہیں میرے نزدیک دونوں ثقہ ہیں۔ (**نصب الرایۃ: ج۱: ص ۴۰۵-۴۰۶**)،

اسی طرح، ایک اور جگہ کہا: کہ

''واما اشارة التعليل بان سفيان لم يذكر عن الزبير بن عدى فضعيف جدا لان الحديث الذى ذكره الثورى مسكوت عن محل الرفع، فكيف تعارض رواية من زاد برواية من سكت''

اور اس روایت میں جس علت کی طرف یہ کہہ کر کہ سفیانؒ نے زبیر بن عدی سے یہ نقل نہیں کیا ہے، اشارہ کیا گیا ہے، یہ علت انتہائی کمزور ہے، اس لئے کہ سفیان ثوریؒ کی حدیث محلِ رفع یدین سے خاموش ہے، پس جس نے اس زیادتی کو نقل کیا ہے اس کی روایت اس شخص کی روایت کے معارض کیسے ہوسکتی ہے جو اس زیادتی سے خاموش ہے۔ (**کتاب الامام بحوالہ الغایۃ شرح الہدایۃ: ج ۳: ص ۱۹۵**)،

لہذا ثقہ، حجت کی زیادتی مقبول ہوگی، کیونکہ یہاں انہوں نے کسی کی مخالفت نہیں کی۔ واللہ اعلم

دوم　　حافظ ابن الجوزیؒ (م ۵۹۷ھ) کی جرح غیر مفسر ہونے کی وجہ سے مقبول نہیں اور پھر حافظ ابوزرعہؒ (م ۲۶۴ھ)، امام الحاکمؒ (م ۴۰۵ھ)، امام البیہقیؒ (م ۴۵۸ھ)، حافظ ابن الجوزیؒ (م ۵۹۷ھ) کی رائے کو جمہور کہنا بھی غلط ہے، کیونکہ ''۱۰'' سے زائد ائمہ نے اس اثر عمر کو صحیح مانا ہے، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

البتہ تحقیق کی روشنی میں صحیح احادیث ماننے والے حضرات کو، اگر محدثین کی تقلید ہی کرنی ہے، تو پھر اور بات ہے۔

سوم　　ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) کی ''عنعنہ'' پر اعتراض بھی منہج محدثین سے مخالفت کی دلیل ہے۔ کیونکہ بقول حافظ ابن حجر کے، ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) طبقات ثانیہ کے مدلس ہیں اور طبقات ثانیہ والوں کی ''عنعنہ'' مقبول ہے۔ (**تفصیل کے لئے: ص ۳۸**)

لہذا یہ اعتراض بھی فضول اور بیکار ہے۔ واللہ اعلم

اخیر میں اس روایت کی تصحیح کرنے والے ائمہ کے نام ملاحظہ فرمائیں:

- امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۲۱ھ) نے کہا: کہ ''وھو حدیث صحیح''۔(شرح معانی الآثار: ج ۱: ص ۲۲۷)
- حافظ علاء الدین بن علی المعروف بابن الترکمانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۵۰ھ) نے کہا: '' وھذا السند ایضاً صحیح علی شرط مسلم''۔(الجوہر النقی: ج ۲، ص ۷۵)،
- حافظ ابوعبداللہ مغلطائی بن قلیج البکجری رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۶۲ھ) نے بھی کہا: کہ '' بسند صحیح علی شرط مسلم'' اس اثر کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔(شرح سنن ابن ماجہ: ص ۱۴۷۲)،
- حافظ عبد القادر القرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے کہا: ''قلت الحسن بن عیاش ھو اخو ابوبکر بن عیاش و ذکر ابو سعید الدارمی عن یحیی بن معین انہ ثقۃ و ثقہ النسائی ایضاً و عبد الملک بن ابجر ھو عبد الملک بن سعید بن ابی حیان بن ابجر روی لہ مسلم و بقیۃ الاسناد اسناد الصحیحین''۔(الحاوی فی بیان آثار الطحاوی: ج ۱: ص ۵۳۸)،
- حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے کہا: '' وھذا رجالہ ثقات''۔(الدرایہ فی تخریج احادیث الھدایہ: ج ۱، ص ۱۵۲)
- محدث ابومحمد محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۵ھ) نے کہا: کہ ''لأن ھذا حدیث صحیح نص علیہ الطحاوي بقولہ وھو حدیث صحیح''۔(نخب الافکار: ج ۴: ص ۱۹۱)
- امام کمال الدین بابن الھمام رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۶۱ھ) نے کہا: ''بسند صحیح''۔(فتح القدیر ج ۱، ص ۳۱۱)
- حافظ قاسم بن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۷۹ھ) نے کہا: '' رجالہ ثقات''۔(التعریف الاخبار: ص ۳۱۰)
- محدث، علامہ ابوالحسن الہروی القاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۴ھ) نے کہا: ''سندہ صحیح'' اس روایت کی سند صحیح ہے۔ (مرقاۃ: ج ۳، ص ۲۹۸)
- محدث نیموی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۲ھ) نے کہا: '' ھو اثر صحیح'' یہ اثر بالکل صحیح ہے۔(آثار السنن: ص ۱۰۶)
- حافظ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۳ھ) نے کہا: ''فاثر عمر صحیح بلا ریب''(نیل الفرقدین: ص ۷۳)
- شیخ زکریا بن غلام قادر صاحب حفظہ اللہ نے کہا: ''حسن''۔(ما صح من آثار الصحابۃ في الفقہ: ج ۱: ص ۲۰۸)

حضرت علی المرتضیٰؓ کا عمل ترک رفع یدین کا تھا۔

دلیل نمبر "۱" اور "۲":

ثقہ، حافظ، امام ابوعبداللہ، محمد بن الحسن الشیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) فرماتے ہیں کہ

أخبرنا محمد بن أبان بن صالح، عن عاصم بن كليب الجرمي، عن أبيه، قال: رأيت علي بن أبي طالب: رفع يديه في التكبيرة الأولى من الصلاة المكتوبة، ولم يرفعهما فيما سوى ذلك۔

کلیب جرمیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کو دیکھا کہ آپ نے فرض نماز کی تکبیر اولیٰ میں رفع یدین کیا، اور اس کے علاوہ میں رفع یدین نہیں فرمایا۔ (موطا امام محمد: رقم ۱۰۵، کتاب الحجۃ علی اھل المدینۃ: ج ۱: ص ۹۶)

اسی طرح، حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہؒ (م ۲۳۵ھ) نے کہا:

وكيع، عن أبي بكر بن عبد الله بن قطاف النهشلي، عن عاصم بن كليب، عن أبيه: أن عليا كان يرفع يديه إذا افتتح الصلاة ثم لا يعود۔

کلیبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ شروع نماز میں رفع یدین فرماتے تھے، پھر نہیں فرماتے۔ (کتاب المصنف لابن ابی شیبۃ: حدیث نمبر ۲۴۵۷)

سند کی تحقیق:

(۱) عبداللہ بن محمد، ابوبکر ابن ابی شیبہؒ (م ۲۳۵ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، حافظ، صاحب تصانیف ہیں۔ (تقریب: رقم ۳۵۷۵) اور ان کے متابع میں ثقہ، حافظ، امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) موجود ہیں۔ (مجلہ الاجماع: ش ۱۳: ص ۱)

(۲) ابوبکر النہشلی، عبداللہ بن قطاف الکوفیؒ (م ۱۶۶ھ) صحیح مسلم و سنن ثلاثہ ماخلا ابی داود کے راوی اور ثقہ، بلکہ ثبت ہیں۔ (تحریر تقریب التہذیب: رقم ۸۰۰۱، سوالات الآجری لابی داود: رقم ۵۸۴) اور ان کے متابع میں، یعتبر به في المتابعات والشواهد راوی محمد بن آبان بن صالح القرشیؒ (م قبل ۱۷۰ھ) موجود ہیں۔ (لسان المیزان: ج ۶: ص ۴۸۸)،

(۳) عاصم بن کلیب الجرمیؒ (م قبل ۱۴۰ھ) کی توثیق کے لئے دیکھئے مجلہ الاجماع: ش ۲۶: ص ۳۔

(۴) کلیب بن شہاب الجرمیؒ سنن اربع کے راوی اور صدوق، بلکہ ثقہ ہیں، کما قال الحافظ فی البلوغ۔ (تقریب: رقم ۵۶۶۰، بلوغ المرام: حدیث نمبر ۱۰۹۷)

(۵)　حضرت علیؓ (م ۴۰ھ) مشہور صحابی رسول ﷺ اور خلیفہ راشد ہیں۔ (تقریب)

حکم:

اس سند کے تمام روات ثقہ یا متابع کی صورت میں مقبول ہیں اور کئی ائمہ نے اس روایت کی تصحیح وتحسین فرمائی ہیں، کما سیاتی۔

اعتراض نمبر ا:

رئیس احمد ندوی سلفی صاحب کہتے ہیں کہ:

امام بخاری اپنی (تاریخ کبیر ۸ / ۴۲۵) میں لکھتے ہیں:

''قال ابن مهدی ذکرت لسفیان عن ابی بکر عن عاصم بن کلیب عن ابیه ان علیا کان یرفع یدیه ثم لا یعود فانکره''

امام عبدالرحمن بن مھدی نے امام سفیان بن عیینہ سے زیر بحث حدیث کی بابت پوچھا تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا۔ **(ملخصاً: تحقیقی جائزہ: ص ۲۷۹ - ۲۷۸)**

زبیر علی زئی صاحب نے بھی کہا:

''مروی ہے کہ سفیان ثوری نے اس اثر کا انکار کیا ہے۔'' **(نور العینین: ص ۱۶۵)**

الجواب:

اولاً　تو عرض ہے کہ رئیس ندوی صاحب کی پیش کردہ مذکورہ روایت میں سفیان سے امام سفیان بن عیینہ (م ۱۹۸ھ) نہیں، بلکہ امام سفیان بن سعید الثوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۶۱ھ) مراد ہیں جیسا کہ ندوی صاحب کے ہم مسلک علی زئی صاحب نے بھی سفیان ثوری ہی مراد لیا ہے۔ **(نور العینین ص ۱۶۵)**،

دوم　جزء رفع الیدین، امام البخاریؒ (م ۲۵۶ھ) سے سنداً ثابت نہیں ہے، کیونکہ محمود بن اسحاق الخزاعی کی توثیق کسی امام نے نہیں کی۔ واللہ اعلم

لہذا یہ جرح بھی مقبول نہیں ہوگی۔

سوم　اس اعتراض کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۵۶ھ) نے امام عبدالرحمن بن مھدی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۸ھ) سے نقل کیا ہے اور امام عبدالرحمن بن مھدی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۸ھ) سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا روایات سننا نہ ممکن ہے اور نہ ثابت ہے۔ کیونکہ امام بخاری ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے ہیں اور امام عبدالرحمان بن مھدی ۱۹۸ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ **(تقریب: رقم ۴۰۱۸، ۵۷۲۷)**

لہذا اسند منقطع ہونے کی وجہ، یہ قول بالخصوص اہل حدیث حضرات کے یہاں غیر صحیح ہے۔

چہارم امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۶۱ھ) کے کلام میں اس روایت کے انکار کرنے کی وجہ موجود نہیں ہے۔ لہٰذا یہ جرح مبہم وغیر مفسر ہے، جو کہ ائمہ کی تصریح کے مطابق مقبول نہیں ہے۔ **(مجلہ الاجماع: ش ۲۷: ص ۴)**

دیگر اعتراضات اور اس کے جوابات:

زبیر علی زئی صاحب نے لکھا ہے کہ

امام عثمان بن سعید الدارمی نے اس کو واہی (کمزور) کہا۔

امام شافعی نے اسے غیر ثابت کہا۔

امام احمد نے گویا اس کا انکار کیا ہے۔

امام بخاری نے جرح کی۔

ابن الملقن نے اسے ''ضعیف, لا یصح عنه'' کہا۔ **(نور العینین: ص ۱۶۵)**

الجواب:

اولاً حافظ عثمان بن سعید الدارمیؒ (م ۲۸۰ھ) نے کہا:

''فهذا قد روي من هذا الطريق الواهي، عن علي وقد روى عبد الرحمن بن هرمز الأعرج, عن عبيد الله بن أبي رافع، عن علي أنه رأى النبي صلى الله عليه وسلم "يرفعهما عند الركوع وبعدما يرفع رأسه من الركوع" فليس الظن بعلي رضي الله عنه أنه يختار فعله على فعل النبي صلى الله عليه وسلم ولكن ليس أبو بكر النهشلي ممن يحتج بروايته أو تثبت به سنة لم يأت بها غيره'' ۔ **(السنن الکبری للبیہقی: ج ۲: ص ۱۱۴)**،

اور امام ابو عبد اللہ البخاریؒ (م ۲۵۶ھ) نے جزء رفع الیدین میں کہا:

أخبرنا إسماعيل بن أبي أويس, حدثني عبد الرحمن بن أبي الزناد, عن موسى بن عقبة, عن عبد الله بن الفضل الهاشمي, عن عبد الرحمن بن هرمز الأعرج, عن عبيد الله بن أبي رافع, عن علي بن أبي طالب, رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم: كان يرفع يديه إذا كبر للصلاة حذو منكبيه, وإذا أراد أن يركع, وإذا رفع رأسه من الركوع, وإذا قام من الركعتين فعل مثل ذلك۔۔۔۔۔۔۔قال البخاري: وروى أبو بكر النهشلي عن عاصم بن كليب،

عن أبيه أن عليا رضي الله عنه رفع يديه في أول التكبير ثم لم يعد بعد۔

و حديث عبيد الله أصح مع أن حديث كليب هذا لم يحفظ رفع الأيدي۔ (جزء رفع الیدین: ص ۷، ۱۴)

اسی طرح، امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں کہ

''ولم يروه عن عاصم غير ابي بكر النهشلي اعلمه كأنه انكره''۔ (مسائل احمد بروایت ابنہ: رقم ۲۶۹)،

ان عبارات میں ''۳''، علل ذکر کی گئی ہیں۔

(۱) اثر علی کی روایت، حضرت علیؓ کی اثبات رفع کی مرفوع روایت یعنی حدیث عبید اللہ ابن ابی رافع کے خلاف ہے اور حدیث عبید اللہ زیادہ صحیح ہے، کیونکہ کلیب کی حدیث میں رفع یدین کو یاد نہیں رکھا گیا۔

(۲) اس سند میں ابو بکر النہشلیؒ سے احتجاج نہیں کیا جائے گا۔

(۳) ابو بکر النہشلیؒ، اثرِ علیؓ کی نقل میں منفرد ہیں۔

اب جوابات ملاحظہ فرمائیں:

سب سے پہلے تو اثرِ علیؓ کی روایت کو، حضرت علیؓ کی اثبات رفع کی مرفوع روایت کے خلاف سمجھنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ عبید اللہ ابن ابی رافعؒ کی روایت مرفوع ہے، جب کہ ابو بکر النہشلیؒ کی روایت مرفوع نہیں، موقوف ہے، یعنی اس میں حضرت علیؓ کے اپنا عمل کا ذکر ہے۔

لہٰذا یہاں مخالفت نہیں ہے، [۱] لیکن اگر کسی کی نزدیک، اثرِ علی، اس کے خلاف ہے، تو پھر عرض ہے کہ ایسی صورت میں عبید اللہ ابن ابی رافعؒ کی روایت مرفوع ہی مرجوح ہوگی، نہ کہ ابو بکر النہشلیؒ (م ۱۶۶ھ) کی روایت۔

کیونکہ ابو بکر النہشلی، عبد اللہ بن قطاف الکوفیؒ (م ۱۶۶ھ) ثقہ، بلکہ ثبت ہیں، جیسا کہ تفصیل آگے آرہی ہے، جب کہ عبید اللہ بن ابی رافعؒ کی روایت کے راوی، عبد الرحمٰن بن ابی الزنادؒ (م ۱۷۴ھ) زیادہ سے زیادہ، صدوق، حسن الحدیث درجہ کے راوی ہیں۔ چنانچہ

- حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) کہتے ہیں کہ ''صدوق تغير حفظه لما قدم بغداد، و كان فقيها''۔ (تقریب: رقم ۳۸۶۱)، اسی طرح، ایک اور جگہ حافظؒ (م ۸۵۲ھ) نے کہا:

---

(۱) البتہ ایک اشکال یہاں یہ ہے کہ حضور ﷺ سے رفع روایت کرنے کے باوجود، حضرت علیؓ نے ترکِ رفع کیوں کیا، اس کی علماء نے کچھ وجوہات بیان کی ہیں، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے، دیکھئے ص: ۱۷-۱۹، نیز دیکھئے ۳۴۔

''غاية أمره أنه مختلف فيه فلا يتجه الحكم بصحة ماينفرد به، بل غايته أن يكون حسنًا''۔(**فتح الباری**: ج ۱۳: ص ۱۸۷)،

- حافظ شمس الدین الذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ''وقال أبو أحمد الحاكم: ليس بالحافظ عندهم'' کی جرح کے جواب میں کہا: ''هو حسن الحديث''۔(سیر: ج ۸: ص ۱۷۰)، ایک اور جگہ کہا:

''وهو من أوعية العلم لكنه ليس بالثبت جدا مع أنه حجة في هشام بن عروة''۔(**تذکرۃ الحفاظ**: ج ۱: ص ۱۸۲)،

میزان الاعتدال میں کہتے ہیں کہ

''قد مشاه جماعة وعدلوه، وكان من الحفاظ المكثرين، ولا سيما عن أبيه، وهشام بن عروة، حتى قال يحيى بن معين: هو أثبت الناس في هشام۔

وذكر محمد بن سعد أنه كان مفتيا۔

وقد روى أرباب السنن الاربعة له، وهو إن شاء الله حسن الحال في الرواية''۔(**میزان لاعتدال**: ج ۲: ص ۵۷۶)، نیز دیوان الضعفاء میں کہا: ''حسن الحديث، ضعفه النسائي''۔(رقم ۲۴۶۲)، بلکہ العبر میں حافظ الذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ

''قلت: وروى الكثير عن أبيه وطبقته. وفيه ضعف يسير''۔(**العبر**: ج ۱: ص ۲۰۵)،

- حافظ نورالدین الہیثمیؒ (م ۸۰۷ھ) نے کہا: ''رواه البزار، وفيه عبد الرحمن بن أبي الزناد، وحديثه حسن، وفيه ضعف، وبقية رجاله ثقات''۔(**مجمع الزوائد**: حدیث نمبر ۱۶۶۹۵)

- حافظ ابن عبدالہادیؒ (م ۷۴۴ھ) نے کہا: ''وهو إسنادٌ حسنٌ، وابن أبي الزناد: وثَّقه مالك، وتكلَّم فيه بعض الأئمة''۔(**تنقیح التحقیق لابن عبدالہادی**: ج ۴: ص ۴۹)

- نیز شیخ الالبانیؒ (م ۱۴۲۰ھ) نے کہا: ''والحق أنه وسط حسن الحديث، إلا أن يخالف''۔(**صحیحہ**: ج ۶: ص ۱۱۱)

- شیخ مقبل بن ہادی الوداعیؒ (م ۱۴۲۱ھ) نے کہا: ''هذا حديث حسن. وعبد الرحمن بن أبي الزناد متكلم فيه، لكن قال ابن معين: إنه أثبت الناس في هشام بن عروة''۔(**الصحیح المسند مما لیس فی الصحیحین**: ج ۲: ص ۴۸۹، حدیث نمبر ۱۵۶۶)،

- شیخ ابو اسحاق الحوینی حفظہ اللہ نے کہا: ''وليس عبد الرحمن ثقة مطلقا، كما قال، بل كلام من تكلم فيه معتبر، ويتحصل من كلامهم أن حديثه حسن إذا لم يخالف''۔(**نثل النبال**: ج ۴: ص ۸)

- بلکہ شیخ ماہر یاسین الفحل اور صاحبان تحریر نے تو، ابن ابی الزناد کو ضعیف ہی قرار دیا ہے۔(جامع العلوم والحکم لابن رجب، ت الفحل، ج ۳:ص ۹۲۹، تحریر تقریب التہذیب: رقم ۳۸۶۱)،

مگر شیخ عبدالرحمٰن المعلمیؒ (م ۱۳۸۶ھ) نے کہا:

''لا شك أننا إذا وازنا بينه وبين عبدالرحمن بن أبي الزناد إجمالاً فالنهشلي أثبت، أخرج له مسلم ووثقه ابن مهدي وأحمد وابن معين وأبو داود والعجلي وقال أبو حاتم: "شيخ صالح يكتب حديثه وهو عندي خير من أبي بكر الهذلي". والهذلي ضعيف جدًا، وقال ابن سعد في النهشلي: "كان مرجئًا، وكان عابدًا ناسكًا وله أحاديث ومنهم من يستضعفه".

وأما ابن أبي الزناد فلم يحتج به صاحبا: "الصحيح" وإنما علق عنه البخاري، وأخرج له مسلم في المقدمة، ووثقه جماعة وضعفه بعضهم وفصّل الأكثرون..''۔(النكت الجياد: ج ۱:ص ۱۶۸)

خلاصہ یہ کہ اگر دونوں روایات مخالف ہے، تو بہر حال ابوبکر النہشلیؒ (م ۱۶۶ھ) کی روایت ہی اصح ہوگی، لہذا امام ابوعبداللہ ،محمد بن اسماعیل البخاریؒ (م ۲۵۶ھ) کا عبیداللہ کی حدیث کو اصح کہنا محل نظر ہے۔واللہ اعلم

دوم　　ابوبکر النہشلی ،عبد اللہ بن قطاف الکوفیؒ (م ۱۶۶ھ) پر جرح بالکل غیر صحیح ، بلکہ مردود ہے، کیونکہ وہ ثقہ ،ثبت اور حجت ہیں، چنانچہ

- امام عبدالرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۸ھ) کہتے ہیں: '' هو من ثقات مشيخة الكوفة ''۔(ملخصاً: التکمیل فی الجرح: ج ۳:ص ۱۰۰، برقم ۱۸۹۱)

- امام ابوزکریا، یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۳۳ھ) کہتے ہیں: ''ثقة ''۔(تاریخ ابن معین: ج ۳،ص ۳۳۴، برقم ۱۶۱۳)

- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں: '' ثقة ''۔(الجرح والتعدیل: ج ۹،ص ۳۴۴، برقم ۱۵۳۶)

- امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۶۱ھ) نے کہا: '' وكان ثقة وكان يرى الإرجاء لين القول ''۔(معرفۃ الثقات: رقم ۱۹۱۶)

- امام ابوداود السجستانیؒ (م ۲۷۵ھ) نے کہا: ''ثبت في الحديث إلا أنه مرجئ ''۔(سؤالات أبي عبيد الآجري أبا داود السجستاني في الجرح والتعديل: رقم ۲۳۴)

- حافظ یعقوب بن سفیان الفسویؒ (م ۲۷۷ھ) نے کہا: ''وهو ثقة ''۔

- امام ابوحفص عمر بن احمد المعروف بابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۸۵ھ) کہتے ہیں: ''ثقة''۔ (تاریخ اسماء الثقات: ج۱ص ۱۳۱، برقم ۶۸۵)

- امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۸۵ھ) کہتے ہیں: ''من الثقات''۔(الجامع فی الجرح والتعدیل: ج ۳:ص ۳۵۹)،

- حافظ ابن عبدالبر الاندلسیؒ (م ۴۶۳ھ) نے کہا: ''هو عندهم ثقة, إلّا أن أبا حاتم الرازی قال: "هو شيخ صالح يكتب حديثه قال: وهو عندى خير من أبى بكر الهذلى''۔(الاستغناء في معرفة المشهورين من حملة العلم بالكنى: ج۱:ص ۴۴۸)

- حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۴۸ھ) نے کہا: ''ثقة''۔ (الکاشف: رقم ۶۵۴۸)

ایک اور جگہ، حافظ ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) کی جرح کے جواب میں کہا: ''وقد تكلم فيه ابن حبان, فقال: كان شيخا صالحا فاضلا, غلب عليه التقشف حتى صار يهم ولا يعلم, ويخطئ ولا يفهم, فبطل الاحتجاج به۔

قلت: دع عنك الخطابة, فالرجل حجة قد وثقه إماما الفن, واحتج به مسلم''۔(تاریخ الاسلام: ج ۴:ص ۵۵۶)

- اگرچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ)، ''تقریب التہذیب'' میں کہا: ''صدوق, رمي بالإرجاء''۔(رقم ۸۰۰۱)، یہی وجہ ہے کہ علماء اس قول کا تعقب کیا ہے، چنانچہ

* صاحبات تحریر کہتے ہیں کہ

''بل: ثقة, وثقه أحمد, وابن معين, وأبو داود, ويعقوب بن سفيان, والعجلي, والدارقطني, وقال أبو حاتم: شيخ صالح يكتب حديثه, وهو عندي خير من أبي بكر الهذلي. وضعفه ابن حبان وحده, وقال الذهبي: هو حسن الحديث صدوق''۔(تحریر تقریب التہذیب: رقم ۸۰۰۱)

* شیخ محمد علی قاسم العمری نے کہا:

''قلت: وحكم الحافظ ابن حجر عليه بأنه صدوق فيه نظر, فقد وثقه كل من ابن معين وابن سعيد القطان والعجلي, وقال أبو حاتم: صالح يكتب حديثه. وأما قول ابن سعد ومنهم من يستضعفه فليس بقادح يقدح فيمن وثقه أئمة هذا الشأن''۔(سؤالات أبي عبيد الآجري أبا داود السجستاني في الجرح والتعديل: رقم ۲۳۴، ت العمری)،

مگر اپنی دوسری کتاب ''بذل الماعون في فضل الطاعون'' میں، حافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) نے خود کہا: ''ثقة, أخرج

له مسلم، وقد اختلف في اسمه، لكنه مشهور بكنيته''۔(تحفة اللبيب بمن تكلم فيهم الحافظ ابن حجر من الرواة في غير التقريب: ج ۲: ص ۱۷۹)

اور یہی راجح ہے۔ واللہ اعلم

خلاصہ یہ کہ ابوبکر النہشلیؒ (م ۱۶۶ھ) ثقہ، امام، بلکہ ثبت، حجت ہیں، کما مر۔ اور جب وہ ثقہ، ثبت، حجت، امام ہیں، تو ان پر جرح غیر صحیح اور مردود ہے۔ لہذا حافظ ابوسعید الدارمیؒ (م ۲۸۰ھ) کا قول ''ولكن ليس أبو بكر النهشلي ممن يحتج بروايته'' غیر صحیح اور مرجوح ہے۔

سوم ابوبکر النہشلیؒ (م ۱۶۶ھ) کے تفرد پر اعتراض بھی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ثقہ، ثبت، امام کا تفرد، موجب الطعن نہیں ہے۔ لہذا امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) کا ابوبکر النہشلیؒ (م ۱۶۶ھ) کے تفرد پر اعتراض صحیح نہیں ہوگا، کیونکہ وہ خود ابوبکر النہشلیؒ (م ۱۶۶ھ) کو ثقہ مانتے ہیں، جیسا کہ گزر چکا۔ پھر اثر علی کو نقل کرنے میں ابوبکر النہشلیؒ (م ۱۶۶ھ) منفرد بھی نہیں ہیں، کیونکہ ان کے متابع میں يعتبر به في المتابعات والشواهد راوی محمد بن آبان بن صالح القرشیؒ (م قبل ۱۷۰ھ) موجود ہیں، کما مر۔

لہذا متابع کی وجہ سے، ابوبکر النہشلیؒ (م ۱۶۶ھ) کی روایت پر اعتراض انتہائی کمزور فضول ثابت ہوگیا۔ واللہ اعلم

چہارم ائمہ محدثین نے بھی حافظ ابوسعید الدارمیؒ (م ۲۸۰ھ) کی جرح کا ''رد'' اور اسے کمزور قرار دیا ہے، چنانچہ

- حافظ مرتضی الزبیدیؒ (م ۱۲۰۵ھ) فرماتے ہیں کہ

''كيف يكون هذا الطريق واهياً ورجاله ثقات فقد رواه عن النهشلي جماعة من الثقات ابن مهدي وأحمد بن يونس وغيرهما وأخرجه ابن أبي شيبة في المنصف عن وكيع عن النهشلي والنهشلي أخرج له مسلم والترمذي والنسائي وغيرهم ووثقه ابن حنبل وابن معين وقال أبو حاتم شيخ صالح يكتب حديثه ذكره ابن أبي حاتم وقال الذهبي في كتابه رجل صالح تكلم فيه ابن حبان بلا وجه وعاصم وأبوه ثقتان۔

وقال الطحاوى في كتابه الرد على الكرابيسي الصحيح مما كان عليه علي بعد النبي - صلى الله عليه وسلم - ترك الرفع في شيء من الصلاة غير التكبيرة الأولى فكيف يكون هذا الطريق واهياً بل الذي روى من الطريق الواهي وهو ما رواه ابن أبي الزناد عن عبيد الله بن أبي رافع عن علي كما تقدم الكلام عليه وقوله فليس الظن بعلي الخ لخصمه أن يعكسه ويجعل فعله بعد النبي - صلى الله عليه وسلم - دليلاً على نسخ ما تقدم إذ لا يظن به أنه يخالف فعله عليه السلام إلاَّ بعد ثبوت نسخة عنده وبالجملة ليس هذا نظر المحدث ولذا قال الطحاوي وصح عن علي ترك الرفع في

غير التكبيرة الأولى فاستحال أن يفعل ذلك بعد النبي - صلى الله عليه وسلم - إلاَّ بعد ثبوت نسخ الحديث عنده''۔(تخریج احیاء علوم الدین: ج۱:ص ۳۵۰)،

- حافظ ابن دقیق العیدؒ (م ۷۰۲ھ) نے کہا:

''ما قاله ضعيف، فإنه جعل روايته مع حسن الظن بعليّ في ترك المخالفة دليلاً على ضعف هذه الرواية، وخصمه يعكس الأمر، ويجعل فعل عليّ رضي الله عنه بعد الرسول دليلاً على نسخ ما تقدم''۔(کتاب الامام بحوالہ التعلیق المجد: ج۱:ص ۳۸۹،نصب الرایہ: ج۱:ص ۴۱۳)

- حافظ علی بن عثمان المارديیؒ (م ۷۵۰ھ) کہتے ہیں کہ

''قلت: كيف يكون هذا الطريق واهيا ورجاله ثقات فقد رواه عن النهشلي جماعة من الثقات ابن مهدى واحمد بن يونس وغيرهما واخرجه ابن ابى شيبة في المصنف عن وكيع عن النهشلي والنهشلي اخرج له مسلم والترمذي والنسائي وغيرهم ووثقه ابن حنبل وابن معين وقال أبو حاتم شيخ صالح يكتب حديثه ذكره ابن ابى حاتم وقال الذهبي في كتابه رجل صالح تكلم فيه ابن حبان بلاوجه وعاصم تقدم ذكره وابوه كليب بن شهاب اخرج له أبو داود والترمذي والنسائي وابن ماجة وقال محمد بن سعد كان ثقة في بنى قضاعة ورأيتهم يستحسنون حديثه ويحتجون به وقال الطحاوي في كتابه المسمى بالرد على الكرابيسى الصحيح مما كان عليه علي بعد النبي صلى الله عليه وسلم ترك الرفع في شئ من الصلوة غير التكبيرة الاولى فكيف يكون هذا الطريق واهيا بل الذى روي من الطريق الواهي هو ما رواه ابن ابى رافع عن على لان في سنده عبد الرحمن بن ابى الزناد وقد تقدم ذكره في الباب السابق وقوله فليس الظن بعلى إلى آخره لخصمه ان يعكسه ويجعل فعله بعد النبي عليه السلام دليلا على نسخ ما تقدم إذ لا يظن به انه يخالف فعله عليه السلام الا بعد ثبوت نسخه عنده وبالجملة ليس هذا نظر المحدث''۔(الجوہر النقی: ج۲: ص۷۸-۷۹)

- امام ابو جعفر الطحاویؒ (م ۳۲۱ھ) نے کہا: کہ

''وإن كان ما روى ابن أبي الزناد صحيحا لأنه زاد على ما روى غيره, فإن عليا لم يكن ليرى النبي صلى الله عليه وسلم يرفع, ثم يترك هو الرفع بعده إلا وقد ثبت عنده نسخ الرفع. فحديث علي رضي الله عنه, إذا صح, ففيه أكثر الحجة لقول, من لا يرى الرفع.''۔(شرح معانی الآثار: ج۱:ص ۲۲۵)،

- محدث بدرالدین العینیؒ (م ۸۵۵ھ) فرماتے ہیں کہ

''قلت: كيف يكون هذا الطريق واهيًا ورجاله ثقات؟! فقد رواه عن النهشلي جماعة من الثقات: ابن مهدي وأحمد بن يونس وغيرهما، وأخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه كما ذكرناه، والنهشلي أخرج له مسلم وغيره كما ذكرنا، ووثقه ابن حنبل وابن معين وقال أبو حاتم: شيخ صالح يكتب حديثه. وقال الذهبي في كتابه: رجل صالح تكلم فيه ابن حبان بلا وجه، وبقية الرواة ثقات أيضًا وقد ذكرناه۔

وقال الطحاوي في كتابه "الرد على الكرابيسي": الصحيح مما كان عليه علي بعد النبي - رضي الله عنه - ترك الرفع في شيء من الصلاة غير التكبيرة الأولى۔

فكيف يكون هذا الطريق واهيًا؟! بل الطريق الواهي هو ما رواه ابن أبي رافع، عن علي - رضي الله عنه - لأن في سنده عبد الرحمن بن أبي الزناد وفيه مقال كما ذكرناه۔

وقوله: "فليس الظن بعلي - رضي الله عنه - ... " إلى آخره لخصمه أن يعكسه ويجعل فعله بعد النبي - رضي الله عنه - دليلًا على نسخ ما تقدم, إذ لا يظن به أنه يخالف فعله - رضي الله عنه - إلا بعد ثبوت نسخه عنده كما بيناه''۔ (نخب الافکار: ج ۴: ص ۱۷۷)

- حافظ شمس الدین الذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے کہا:

''بل طريقه جيد۔۔۔۔ قد روى له مسلم والنسائي، ويجوز أن عليًا عليه السلام يترك رفعهما لبيان الجواز''۔ (المهذب في اختصار السنن الكبير: ج ۱: ص ۵۲۶)

خلاصہ یہ کہ ائمہ محدثین نے بھی اس حدیث پر موجود جرح کا رد کیا ہے اور اسے صحیح مانا ہے، مزید حوالے آگے آرہے ہیں۔

پنجم　رہا، امام شافعی کا اسے غیر ثابت اور ابن الملقن کا اسے ''ضعيف، لا يصح عنه'' قرار دینا، تو عرض ہے کہ یہ جرح غیر مفسر ہونے کی وجہ سے مقبول نہیں ہے، جیسا کہ تفصیلاً گزر چکا۔

نیز بار بار یہ بات کی تصریح کی جا چکی ہے کہ اگر کسی کو محدثین کی تقلید ہی کرنی ہے، تو وہ، ان کے اقوال کی تقلید کر سکتا ہے، مگر تحقیق کی روشنی میں جو بات راجح معلوم ہوتی ہے، اس پر اعتراض کرنا صحیح نہیں ہوگا۔

اخیر میں اس روایت کی تصحیح کرنے والے ائمہ کے نام ملاحظہ فرمائیں:

- ثقہ، حافظ، فقیہ، امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) فرماتے ہیں کہ

''جاء الثبت عن علي بن ابي طالب و عبد الله بن مسعود انهما لا يرفعان في شيء من ذلك الا في تكبيرة الافتتاح''۔(کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ: ج۱: ص ۹۴)۔

- امام ابونعیم ،الفضل بن دکین الکوفیؒ (م ۲۱۹ھ) نے کہا:

''وهل بلغك ذلك عن أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم و رضي عنهم الذين كانوا امثل علي بن أبي طالب، وعبد الله بن مسعود، وحذيفة بن اليمان، وعمار بن ياسر، وغيرهم''۔(دیکھئے ص:۵۰)

یعنی امام ابونعیم ،الفضل بن دکین الکوفیؒ (م ۲۱۹ھ) کے نزدیک ،حضرت علیؓ کا عمل ترک رفع کا تھا۔

- امام ابوجعفر الطحاویؒ (م ۳۲۱ھ) نے کہا: کہ''فحديث علي رضي الله عنه ,إذا صح ,ففيه أكثر الحجة لقول ,من لا يرى الرفع''۔(شرح معانی الآثار: ج۱: ص ۲۲۵)۔

- امام ابوالحسن الدارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) نے کہا: کہ''فرووه عن أبي بكر النهشلي موقوفا على علي، وهو الصواب''۔ (علل الدارقطنی: ج ۴: ص ۱۰۶، رقم ۴۵۷)

- امام علاؤالدین علی بن عثمان المار دینی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۵۰ھ) فرماتے ہیں کہ'' رجاله ثقات''۔(الجوہر النقی: ج ۲: ص ۷۸)

- حافظ ابو محمد الزیلعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۶۲ھ) فرماتے ہیں کہ:'' وهو اثر صحيح''۔(نصب الرایہ: ج۱: ص ۴۰۶)

- حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے بھی کہا: کہ'' رجاله ثقات''۔(الدرایۃ: ج ۱ ص ۱۵۲)

- امام ابو محمد محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۵ھ) فرماتے ہیں کہ:''واسناد حديث عاصم بن كليب صحيح على شرط مسلم''۔(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۷۴، وشرح ہدایہ: ج ۱: ص ۶۶۸)

- حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ (م ۸۷۹ھ) نے بھی کہا: کہ'' سنده ثقات''۔(التعریف الاخبار: ص ۳۰۹)

- محدث ملا علی القاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) نے کہا:''وهو أثر صحيح''۔(فتح باب العناية بشرح النقاية: ج ۱: ص ۲۹۰)

- محدث نیموی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۲ھ) نے کہا: کہ'' واسناده صحيح''۔(آثار السنن: ص ۱۱۲)

- محدث ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۴ھ) فرماتے ہیں'' فانه على شرط مسلم''۔(اعلاء السنن: ج ۳، ص ۶۴)

- مشہور اہل حدیث عالم شیخ زکریا بن غلام قادر حفظہ اللہ نے بھی اپنی کتاب''ما صح من آثار الصحابة''میں اس اثر کو صحیح کہا ہے۔(ما صح من آثار الصحابہ فی الفقہ ج ۱: ص ۲۰۸، ۲۰۹)

حضرت ابن مسعودؓ کا عمل ترک رفع یدین کا تھا۔

دلیل نمبر "١":

ثقہ،ثبت،امام ابوجعفر الطحاویؒ (م۳۲۱ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا ابن أبي داود, قال: ثنا أحمد بن يونس, قال: ثنا أبو الأحوص, عن حصين, عن إبراهيم, قال: كان عبد الله لا يرفع يديه في شيء من الصلاة إلا في الافتتاح۔

ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ شروع نماز کے علاوہ کہیں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔(**شرح معانی الآثار: ج۱:ص۲۲۷،حدیث نمبر ۱۳۶۳**)،

سند کی تحقیق:

(۱) امام ابوجعفر الطحاویؒ (م۳۲۱ھ) مشہور ثقہ،ثبت،فقیہ اور حافظ الحدیث ہیں۔(**ارشاد القاصی والدانی: ص ۱۶۳،سیر**)

(۲) ابراہیم بن ابی داود، وهو إبراهيم بن سليمان بن داود الأسديّ الكوفيؒ (م۲۷۰ھ) ثقہ،ثبت،حافظ ہیں۔(**کتاب الثقات للقاسم: ج۲:ص۱۹۰،سیر: ج۱۳:ص۳۹۳**)،

(۳) احمد بن عبداللہ بن یونس، ابوعبداللہ الکوفیؒ (م۲۲۷ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ،حافظ ہیں۔(**تقریب: رقم ۶۳**)،

(۴) ابوالاحوص،سلام بن سلیم الکوفیؒ (م۱۷۹ھ) بھی کتب ستہ کے راوی اور ثقہ،متقن،صاحبِ حدیث ہیں۔(**تقریب: رقم ۲۷۰۳**)

(۵) حصین بن عبدالرحمٰن السلمی، ابوالہذیل الکوفیؒ (م۱۳۶ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ،حجت،ثبت ہیں۔(**تقریب: رقم ۱۳۶۹**)،

نوٹ:

حصین بن عبدالرحمٰن السلمی ابوالہذیل الکوفیؒ (م۱۳۶ھ) پر اختلاط کا اعتراض فضول ہے(**مجلہ الاجماع: ش۲۶:ص۲۰**)

(۶) امام ابراہیم النخعیؒ (م۹۶ھ) کا تعارف گزر چکا۔(**مجلہ الاجماع: ش۲۶:ص۲۰**)،

نوٹ:

اگرچہ،ابراہیم النخعیؒ (م۹۶ھ) نے عبداللہ بن مسعودؓ کا زمانہ نہیں پایا،مگر "ابراہیم عن عبداللہ" کی مراسیل کو ائمہ علل وائمہ

جرح وتعدیل نے خاص طور سے قبول کیا ہے، کیونکہ جب وہ ابن مسعودؓ (م ۳۳ھ) سے ارسال کرتے، تو ان کے اور ابن مسعودؓ کے درمیان، اصحاب ابن مسعود کی ایک جماعت ہوتی، اس وجہ سے وہ ''عن ابن مسعودؓ'' کہتے تھے۔ (**مجلہ الاجماع: ش ۱۱: ص ۱**)، چنانچہ امام ابوجعفر الطحاویؒ (م ۳۲۱ھ) کہتے ہیں کہ

فإن قالوا ما ذكرتموه عن إبراهيم, عن عبد الله غير متصل. قيل لهم كان إبراهيم, إذا أرسل عن عبد الله, لم يرسله إلا بعد صحته عنده, وتواتر الرواية عن عبد الله, قد قال له الأعمش: إذا حدثتني فأسند. فقال: إذا قلت لك قال: عبد الله فلم أقل ذلك حتى حدثنيه جماعة عن عبد الله, وإذا قلت حدثني فلان عن عبد الله فهو الذي حدثني۔

حدثنا بذلك إبراهيم بن مرزوق, قال: ثنا وهب أو بشر بن عمر, شك أبو جعفر, عن شعبة, عن الأعمش بذلك، قال أبو جعفر: فأخبر أن ما أرسله عن عبد الله, فمخرجه عنده أصح من مخرج ما ذكره عن رجل بعينه عن عبد الله. فكذلك هذا الذي أرسله عن عبد الله لم يرسله إلا ومخرجه عنده أصح من مخرج ما يرويه عن رجل بعينه عن عبد الله۔ (شرح معاني الآثار: ج ۱: ص ۲۲۶-۲۲۷)

یعنی اس ترک رفع کی روایت میں بھی، ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) کے اور ابن مسعودؓ کے درمیان، اصحاب ابن مسعودؓ کی ایک جماعت ہے، نیز امام ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) اپنے نزدیک، صرف ثقہ سے روایت لیتے تھے۔ (**مجلہ الاجماع: ش ۱۱: ص ۶**)،

اور بقول امام ابوبکر البیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) کے، خود امام ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) نے کہا: کہ میرے اور عبداللہ کے درمیان شیوخ ثقہ ہیں۔ (**مجلہ الاجماع: ش ۱۱: ص ۱۶**)،

معلوم ہوا کہ یہاں رفع کی روایت میں بھی، ان کے اور ابن مسعودؓ کے درمیان میں ''ثقہ اصحابِ ابن مسعودؓ'' ہیں، لہذا یہ روایت صحیح ومقبول ہوگی اور جو لوگ 'ثقہ اصحابِ ابن مسعودؓ' کو مجہول کہہ کر، اس روایت کو رد کرتے ہیں، یہ بڑی جرأت وجسارت کی بات ہے اور انکا یہ اعتراض بھی کمزور ہے۔ کیونکہ شیوخ ابراہیم النخعی میں کوئی بھی مجہول نہیں ہے۔ فیما اعلم۔

نیز بعض دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) اور عبداللہ بن مسعودؓ (م ۳۳ھ) کے درمیان میں اسود بن یزید النخعیؒ (م ۷۵ھ) کا واسطہ موجود ہے۔ (دیکھئے ص ۲۳-۲۴)،

یعنی یہاں تک رفع کی روایت میں ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) اور ابن مسعودؓ کے درمیان میں ثقہ اصحاب ابن مسعود میں ''اسودؒ'' بھی شامل ہیں۔

لہذا جب اسود بن یزید النخعیؒ (م ۷۵ھ) کا واسطہ موجود ہے، تو یہ روایت ظاہراً بھی متصل ہی ہوگی۔ واللہ اعلم

(۷) عبداللہ بن مسعودؓ (م ۳۲ھ) مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

حکم:

یعنی اس روایت کے تمام روات ثقہ ہیں اور سند صحیح ہے۔

دلیل نمبر ''۲'':

صدوق، امام، حافظ ابو محمد الحارثیؒ (م ۳۴۰ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا إبراهيم بن عمروس بن محمد الهمداني، حدثنا محمد بن عبيد، حدثنا القاسم بن الحكم، عن أبي حنيفة، عن حماد، عن إبراهيم، قال: ذكر عنده حديث وائل بن حجر أنه رأى النبي صلى الله عليه وسلم يرفع يديه عند الركوع وعند السجود، فقال: أعرابي لا يعرف شرائع الإسلام لم يصل مع النبي صلى الله عليه وسلم عندي إلا صلاة واحدة، وقد حدثني من لا أحصي عن عبد الله بن مسعود أنه رفع يديه في بدء الصلاة فقط، وحكاه عن النبي صلى الله عليه وسلم، وعبد الله عالم بشرائع الإسلام وحدوده، متفقد لأحوال النبي صلى الله عليه وسلم ملازم له في إقامته وفي أسفاره، وقد صلى مع النبي صلى الله عليه وسلم ما لا يحصى۔ (مسند الامام ابو حنیفۃ للحارثی: ج۲: ص۵۸۰)

سند کی تحقیق:

اس روایت کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں اور سند حسن ہے۔ (مجلہ الاجماع: ش۲۶: ص۲۲)

نوٹ:

اس روایت میں خود ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) کہتے ہیں کہ ''من لا أحصي عن عبد الله بن مسعود أنه رفع يديه في بدء الصلاة فقط'' بے شمار ثقہ اصحاب ابن مسعود نے مجھے بتایا کہ عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف شروع نماز میں ہی رفع الیدین کرتے تھے۔

اب یہاں تک سند میں تصریح آ چکی ہے کہ ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) نے بے شمار ثقہ اصحاب ابن مسعود سے، یہ روایت سنی ہے۔ نیز ''بے شمار ثقہ اصحاب ابن مسعودؓ'' میں تمام کے تمام کا ضعیف ہونا بھی محال ہے۔

لہذا اس کے بعد بھی، اگر کوئی اس روایت کی صحت کا انکار کرے، تو ضد کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔ واللہ اعلم

دلیل نمبر ''۳'':

اسی طرح، حافظ ابو محمد الحارثیؒ (م ۳۴۰ھ) ہی فرماتے ہیں کہ

حدثنا أبو عبد الله محمد بن خزيمة بن محسبان البخاري، حدثنا رجاء بن عبد الله النهشلي بمكة، حدثنا شقيق بن إبراهيم، عن أبي حنيفة، عن حماد، عن إبراهيم، عن الأسود: أن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه كان يرفع يديه في أول التكبير ثم لا يعود لشيء من ذلك، ويأثر ذلك عن النبي صلى الله عليه وسلم۔

حضرت اسودؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے، پھر کہیں نہیں کرتے تھے، اور یہ چیز وہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے تھے۔ **(مسند الامام ابی حنیفۃ للحارثی: ج ۲: ص ۵۰۱)**

سند کی تحقیق:

اس روایت کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں اور سند حسن ہے۔ **(مجلہ الاجماع: ش ۲۶: ص ۲۵)**

اعتراض:

زبیر علی زئی صاحب نے کہا:

اگر کہا جائے کہ یہ روایت ابراہیم نخعی نے ''غیر واحد (کئی اشخاص) سے سنی ہے یا ایک جماعت سے سنی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ''غیر واحد'' اور ''جماعت'' دونوں نامعلوم اور غیر متعین ہیں، لہذا ان سے استدلال مخدوش ہے، حافظ گوندلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ روایت فی نفسہ قابل حجت بھی ہوسکتی ہے کیوں کہ حجت ہونا یا نہ ہونا، تو اتصال و انقطاع اور صحت وضعف پر موقوف ہے۔ یہ عبارت مرویات ابراہیم کے قابل حجت ہونے پر دال نہیں ہے۔

اولا: اس لئے کہ ممکن ہے دو تین کوئی جمع ہو کہ اسے حدیث سنائیں اور وہ تینوں ضعیف الحافظہ ہوں۔

ثانیاً: پتا نہیں کہ سلسلۂ اسناد عبداللہ تک کتنے واسطوں سے پہنچتا ہے، بعض اوقات تابعی اور صحابی کے درمیان دو چار واسطے بھی ہوتے ہیں، ان کے متعلق تحقیقات نہایت ضروری ہیں۔

ثالثا ممکن ہے ابراہیم کے نزدیک وہ ثقہ ہوں، مگر دیگر ائمہ فن کے ہاں ضعیف ہوں۔ والجرح مقدم علی التعدیل، تعدیل مبہم مقلد کا مایہ ناز ہوسکتی ہے، ایک تشنہ تحقیق کی سرابی کے لئے ناکافی ہے۔

انہی خدشات کی روشنی میں جرح وتعدیل کے ایک بہت بڑے امام نے یہی فیصلہ فرمایا ہے کہ ابراہیم سے عبداللہ کی روایات ضعیف ہیں، یعنی امام ذہبی کا میزان لاعتدال ج ۱: ص ۳۵، میں ارشاد ہے:

یعنی امام شافعی نے کہا: ابراہیم النخعی اگر علی اور عبداللہ (بن مسعود)ؓ سے روایت کریں، تو وہ قبول نہیں کی جائے گی، کیوں کہ

ابراہیم کی، ان میں سے کسی ایک سے بھی ملاقات نہیں ہوئی ہے۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی اور حافظ ذہبی نے ابراہیم نخعی کی عبداللہ بن مسعود سے روایات کو ضعیف قرار دیا ہے۔(نور العینین: ص ۱۶۶-۱۶۷)

الجواب:

اولا زبیر علی زئی صاحب نے ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) کے قول "فقال: إذا قلت لك قال: عبد الله فلم أقل ذلك حتى حدثنيه جماعة عن عبد الله, و إذا قلت حدثني فلان عن عبد الله فهو الذي حدثني" کی تشریح میں صرف معاصر عالم دین، حافظ گوندلوی رحمہ اللہ (م ۱۴۰۵ھ) کا قول نقل کیا ہے، مگر دیگر ائمہ علل وائمہ محدثین نے مراسیل ابراہیم النخعی اور ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) کے اس قول کی تشریح میں کیا کہا ہے، وہ ملاحظہ فرمائیں:

- امام الجرح والتعدیل، امام العلل، یحیی بن سعید القطانؒ (م ۱۹۸ھ) فرماتے ہیں کہ:

"ان مراسیل ابراهیم عن ابن مسعود و عمر صحاح کلها و ما ارسل منها أقوی من الذی أسند"

یقینا ابراہیم نخعیؒ کی ابن مسعودؓ اور عمرؓ سے تمام کی تمام مرسل روایات صحیح ہیں اور ان کی مرسل حدیث مسند حدیث سے زیادہ قوی ہے۔(التمہید لابن عبد البر ج: ۱۵ ص: ۹۴)

- حافظ ابن رجبؒ (م ۷۹۵ھ)، ابراہیم نخعیؒ کے قول کی شرح میں کہتے ہیں کہ

"هذا یقتضی ترجیح المرسل علی المسند"

ابراہیم نخعیؒ کا یہ قول ان کی مرسل روایت کا ان کی مسند روایت پر ترجیح کا تقاضا کرتا ہے۔(**شرح علل ترمذی ص: ۵۴۲**)

- ثقہ، ثبت، حافظ الحدیث، امام ابوجعفر طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) صحیح سند کے ساتھ ابراہیم نخعیؒ کے قول کو ذکر کرنے بعد، اس کی شرح میں کہتے ہیں کہ:

"فأخبر أن ما أرسله عن عبد الله, فمخرجه عنده أصح من مخرج ما ذكره عن رجل بعينه عن عبد الله"

ابراہیم نخعیؒ (م ۹۶ھ) خود ذکر کرتے ہیں کہ (جب) وہ عبد اللہؓ سے مرسلاً روایت کریں، تو اس کا مخرج (روایت) ابراہیم نخعیؒ (م ۹۶ھ) کے نزدیک متصل روایت سے زیادہ صحیح ہے۔(**شرح معانی الآثار: حدیث نمبر ۱۳۶۲، نیز دیکھئے شرح ابوداود للعینی: ج ۳: ص ۳۰۱**)

- حافظ المغرب ابن عبد البرؒ (م ۴۶۳ھ) کہتے ہیں کہ:

عن سلیمان عن الاعمش قال قلت لابراهیم اذا حدثتنی حدیثا فأسنده فقال اذا قلت عن عبدالله یعنی ابن مسعود فاعلم أنه عن غیر واحد، واذا سمیت لک أحدا فهو الذی سمیت قال أبو عمر الی هذا نزع من اصحابنا من زعم أن مرسل الامام أولی من مسنده لان فی هذا الخبر ما یدل علی ان مراسیل ابراهیم النخعی أقوی من مسانیده وهو لعمری کذلک۔

امام اعمشؒ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابراہیم النخعی سے کہا کہ جب آپ مجھے کوئی حدیث بیان کریں تو اس کی سند بھی بیان کردیں، تو انہوں فرمایا: میں جب کہوں کہ عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے تو تم جان لو کہ وہ کئی لوگوں سے مروی ہے۔ (یعنی کئی لوگوں سے میں نے اس روایت کو سنا ہے) اور جب میں تم سے کسی ایک کا نام بیان کروں تو میں نے وہ روایت انہیں سے سنی ہے۔ (یہ قول صحیح سند سے ثابت ہے)

امام ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) کہتے ہیں کہ اس قول سے ہمارے اصحاب نے دلیل پکڑی ہے، جن کا یہ ماننا ہے کہ امام ابراہیم النخعیؒ کی مرسل روایات ان کی مسند روایات سے بہتر ہے، اس لئے کہ اس روایت میں دلیل ہے کہ ابراہیم نخعیؒ کی مرسل روایات ان کی مسند روایات سے زیادہ اقوی ہیں، آگے ابن عبدالبرؒ تائید میں کہتے ہیں کہ یقیناً مراسیل ابراہیم اسی طرح ہیں۔ **(التمہید لابن عبدالبر ج:۱ ص: ۳۷، ۳۸)**

- امام العلل، امیر المؤمنین فی الحدیث، امام ابوالحسن الدارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) ''**عن ابراهیم عن ابن مسعود**'' کے دفاع میں کہتے ہیں کہ:

''فهذه الرواية وإن كان فيها إرسال فإبراهيم النخعي هو أعلم الناس بعبد الله وبرأيه وبفتياه, قد أخذ ذلك عن أخواله علقمة, والأسود, وعبد الرحمن ابني يزيد, وغيرهم من كبراء أصحاب عبد الله, وهو القائل: "إذا قلت لكم: قال عبد الله بن مسعود فهو عن جماعة من أصحابه عنه, وإذا سمعته من رجل واحد سميته لكم''۔

اس روایت میں اگرچہ (ابراہیم کا) ارسال ہے، لیکن ابراہیم نخعیؒ عبداللہ بن مسعودؓ کے اجتہاد اور فتاوی کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے، جو انہوں نے اپنے ماموں علقمہ، اسود بن یزید، عبدالرحمن بن یزید وغیرہ ابن مسعودؓ کے بڑے بڑے شاگردوں سے حاصل کیا تھا، وہ کہتے تھے کہ جب میں تم سے کہوں کہ ابن مسعودؓ نے کہا: تو (سمجھ لو،) وہ ابن مسعودؓ کے اصحاب کی ایک جماعت سے مروی ہے، اور جب میں ان کا کوقول کسی ایک آدمی سے سنتا، تو میں اس ایک آدمی کا نام تم لوگوں سے ذکر کرتا ہوں۔ **(سنن الدارقطنی: ج ۴: ص ۲۲۶، حدیث نمبر ۳۳۶۵)**

- حافظ علاء الدین مغلطائیؒ (م ۷۶۲ھ) بھی ابراہیم عن عبداللہ کی روایت کی صحت کو تسلیم کرتے ہیں۔ (**شرح ابن ماجہ للمغلطائی: ص ۱۴۶۸**)

- امام، حافظ علی بن عثمان الماردینیؒ (م ۷۵۰ھ)، ابراہیم کی مرسل روایت کو ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ:

''وقد ذكر البيهقي في هذا الكتاب عن ابن معين ان مرسلات النخعي صحيحة الا حديثين ليس هذا منهما وقد بسطنا الكلام على صحة مرسل النخعي في باب المبتوتة''

اور امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) نے اسی کتاب میں ابن معینؒ سے روایت ذکر کی ہے کہ ابراہیم کی مرسلات صحیح ہیں سوائے ۲ حدیثوں کے، یہ مرسل روایت ان میں سے نہیں ہے، اور ہم نے ابراہیم نخعی کی مراسیل کی صحت پر تفصیلی کلام باب المبتوتۃ میں کیا ہے۔ (**الجوہر النقی: ج ۷: ص ۳۷۹**)

- حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں کہ:

''فإن قيل: فهل عرف أحد غير ابن المسيب كان لا يرسل إلا عن ثقة.

قلنا: نعم، فقد صحح الإمام أحمد مراسيل إبراهيم النخعي لكن خصه غيره بحديثه عن ابن مسعود - رضي الله تعالى عنه - كما تقدم''

پھر اگر کہا جائے کہ ابن مسیبؒ کے علاوہ کیا کوئی ہے جو صرف ثقہ سے ارسال کرتا ہے؟

تو ہم کہتے ہیں کہ ہاں! امام احمد بن حنبلؒ نے ابراہیم نخعیؒ کی مراسیل کو صحیح قرار دیا ہے، لیکن دوسرے لوگوں نے اس کو ابن مسعودؓ کی حدیث کے ساتھ خاص کیا ہے، جیسا کہ گزر چکا۔ (**النکت لابن حجر: ج ۲: ص ۵۵**)

- محدث عینیؒ (م ۸۵۵ھ) نے بھی ابراہیم عن عبداللہ کی روایت کی صحت کو تسلیم کیا اور اس کو متصل کی روایت سے اولی اور اقوی قرار دیا ہے۔ (**نخب الافکار: ج ۴: ص ۱۸۴**)

- امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) بھی فرماتے ہیں کہ:

''أما إذا حدث عن الصحابة، فإن كان ابن مسعود - رضي الله تعالى عنه - فقد صرح هو بثقة شيوخه عنه وأما عن غيره فلا''

ابراہیم نخعیؒ، جب صحابہ میں سے ابن مسعودؓ سے روایت کریں، تو انہوں نے خود صراحت کیا ہے، کہ اس روایت میں ان کے شیوخ ثقہ ہیں، اور جب وہ ابن مسعودؓ کے علاوہ سے روایت کریں، تو وہاں پر کوئی امام صاحب نے صراحت نہیں کی۔ (**النکت: ج ۲:**

ص ۵۵۷، جامع التحصیل للعلائی: ص ۱۴۱، صحیح ابی داود للالبانی: ج ۶: ص ۳۰۱)

- حافظ صلاح الدین العلائیؒ (م ۷۶۱ھ) نے کہا: کہ ''جماعة من الأئمة صححوا مراسيله كما تقدم وخص البيهقيي ذلك بما أرسله عن ابن مسعود''۔ (جامع التحصیل للعلائی: ص ۱۴۱)

- حافظ ولی الدین، ابن العراقیؒ (م ۸۲۶ھ)۔ (تحفۃ التحصیل: ص ۲۰)

- امام، حافظ، امیر المومنین فی الحدیث، علی بن المدینیؒ (م ۲۳۴ھ) کے نزدیک بھی ابراہیم نخعیؒ کی مراسیل علی الاطلاق مقبول ہے۔

- حافظ ابن القیمؒ (م ۷۵۱ھ) نے بھی ابراہیم نخعی عن ابن مسعودؓ کی ایک مرسل روایت پر ابن حزمؒ کے اعتراض کا بہترین جواب دیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ ابراہیم نخعی عن ابن مسعود کی روایت مقبول ہے۔

ان کے الفاظ یہ ہیں:

ابراهيم لم يسمع من عبدالله، ولكن الواسطة بينه وبين اصحاب عبدالله كعلقمه ونحوه، وقد قال ابراهيم: اذا قلت قال عبدالله فقد حدثني به غير واحد عنه واذا قلت: قال فلان عنه فهو عمن سميت او كما قال، ومن المعلوم ان بين ابراهيم وعبدالله ائمة ثقات لم يسم قط منهما ولا مجروحا ولا مجهولا فشيوخه الذين أخذ عنهم عن عبدالله أئمة أجلاء نبلاء وكانوا كما قيل: سرج الكوفة وكل من له ذوق في الحديث اذا قال ابراهيم: قال عبدالله لم يتوقف في ثبوته عنه، وان كان غيره ممن في طبقته لو قال: قال عبدالله لا يحصل لنا الثبت بقوله، فابراهيم عن عبدالله نظير ابن المسيب عن عمر ونظير مالك عن ابن عمر، فان الوسائط بين هؤلاء وبين الصحابة رضي الله عنهم اذا سموهم وجدوا من اجل الناس وأوثقهم وأصدقهم، ولا يسمون سواهم البتة، ودع ابن مسعود في هذه المسألة۔ (زاد المعاد ج: ۵ ص: ۵۸۰)

- یہی وجہ ہے کہ امام العلل امام الجرح والتعدیل یحیی بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) فرماتے ہیں کہ:

''مرسلات ابراهيم صحيحة الا حديث تاجر البحرين وحديث الضحك في الصلاة''۔

ابراہیم نخعیؒ کی مراسیل صحیح ہیں سوائے حدیث تاجر البحرین اور حدیث الضحک فی الصلاۃ کے۔ (**تاریخ یحیی بن معین بروایت الدوری رقم: ۹۵۸**)،

* ابن محرزؒ کی روایت میں، ابن معینؒ کہتے ہیں کہ:

''مرسلات ابراهيم اصح من مرسلات سعيد بن المسيب والحسن''۔

ابراہیم نخعیؒ کی مرسل روایات، سعید بن المسیبؒ اور حسن بصریؒ کی مرسل روایات سے زیادہ صحیح ہیں۔ (**تاریخ ابن معین بروایت ابن محرز: ج:۱ص:۱۲۰**)

معلوم ہوا کہ ابن معینؒ (م ۲۳۳ھ) کے نزدیک امام ابراہیم النخعیؒ کی مرسل روایات صحیح اور حجت ہیں۔

- امام عبدالحق اشبیلیؒ (م ۵۸۱ھ) نے ابراہیم النخعیؒ کی ایک مرسل روایت نقل کرکے، امام ابن معینؒ کا یہی قول نقل کیا ہے:

أبو داؤد عن ابراهيم بن يزيد النخعي عن عائشة قالت: كانت يد رسول الله ﷺ اليمنى لطهوره وطعامه وكانت يده اليسرى لخلاءه وما كان من أذى۔

قال أبو العباس الدوري: لم يسمع ابراهيم بن يزيد النخعي من عائشة ومراسيله صحيحة الا حديث تاجر البحرين۔ (الاحكام الوسطى ج:۱ص:۱۳۲)

معلوم ہوا کہ امام عبدالحق اشبیلیؒ (م ۵۸۱ھ) کے نزدیک امام ابراہیم النخعی کی مرسل روایات صحیح اور قابل حجت ہیں۔

- الامام الحافظ ابن سید الناسؒ (م ۷۳۴ھ) کے نزدیک بھی امام ابراہیم النخعیؒ کی مرسل روایات صحیح اور حجت ہیں۔

انہوں نے بھی ابراہیم النخعیؒ کی ایک مرسل روایت نقل کرکے امام ابن معینؒ کا یہی قول نقل کرکے بتایا کہ ان کے نزدیک ابراہیم النخعی کی مرسل روایات حجت ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

وحديث عائشة: رواه الامام أحمد وأبو داؤد من حديث ابراهيم وهو ابن يزيد النخعي عن عائشة قالت: كانت يد رسول الله ﷺ اليمنى لطهوره وطعامه وكانت يده اليسرى لخلائه وما كان من أذى۔

قال العباس بن محمد الدوري عن ابن معين: لم يسمع ابراهيم من عائشة، ومراسيله صحيحة الا حديث تاجر البحرين۔ (النفح الشذي شرح جامع الترمذي: ج۱ ص۱۷۷)

- امام اہل السنۃ امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں کہ:

''مرسلات ابراهيم النخعي لا بأس بها''

امام ابراہیم النخعیؒ کی مرسل روایات میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (**التاریخ والمعرفہ ج: ۳ص: ۲۳۹**، واسنادہ صحیح)،

معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک ابراہیم نخعیؒ کی مرسل روایات صحیح ہیں۔

- امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) کہتے ہیں کہ:

''ان صح الاسناد الى تابعي متوسط الطبقة كمراسيل مجاهد وابراهيم والشعبي فهو مرسل جيد لا بأس

بہ''۔

اگر (مرسل روایت کی) متوسط تابعی تک سند صحیح ہے، جیسے مجاہدؒ، ابراہیم النخعیؒ اور شعبیؒ کی مراسیل، تو وہ مضبوط مرسل ہے، اور ان میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ (الموقظۃ: ص ۴۰)

معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی مراسیل ابراہیم النخعی میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

- حافظ ابوالعباس ابن تیمیہ الحرانیؒ (م ۷۲۸ھ) کہتے ہیں کہ:

''ان مراسیل ابراهیم من احسن المراسیل''

یقیناً ابراہیم نخعیؒ کی مراسیل سب سے اچھی مراسیل میں سے ہیں۔ (**مجوع الفتاوی ج: ۱۳ ص: ۳۵۳**)

مزید کہتے ہیں کہ:

''مراسیل ابراهیم جیاد''

ابراہیم نخعیؒ کی مراسیل بہترین اور عمدہ ہیں۔ (**الصارم المسلول ص: ۵۸۴**)

- حافظ المغرب ابوعمر بن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں کہ:

''اجمعوا أن مراسیل ابراهیم صحاح''

محدثین کا اتفاق ہے کہ ابراہیم نخعی کی مراسیل صحیح ہیں۔ (**الاستذکار: ج: ۶ ص: ۱۳۷**)

خلاصہ یہ کہ ائمہ علل وائمہ جرح وتعدیل اور ائمہ محدثین نے مراسیل ابراہیم النخعی کو صحیح اور مسند سے اولی مانا ہیں۔ (**مزید تفصیل کے لئے دیکھئے مجلہ الاجماع: ش ۱۱: ص ۱**)، لہذا زبیر صاحب کا اعتراض فضول ہے۔

دوم جہاں تک زبیر صاحب کے قول ''اس لئے کہ ممکن ہے دو تین کوفی جمع ہو کہ اسے حدیث سنائیں اور وہ تینوں ضعیف الحافظہ ہوں'' کی بات ہے، تو شاید وہ ابراہیم نخعیؒ (م ۹۶ھ) کی مراسیل صحیح کیوں ہیں؟، اس سے بے خبر ہیں، چنانچہ اس کی وجہ بھی

- حافظ المغرب، ابوعمر بن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) نے ذکر کی کہ:

''وكل من عرف أنه لا يأخذ الا عن ثقة فتدليسه ومرسله مقبول فمراسيل سعيد بن المسيب، ومحمد بن سيرين وابراهيم النخعي عندهم صحاح۔''

ہر وہ راوی جس کے بارے میں یہ مشہور ہو کہ وہ صرف ثقہ راویوں سے ہی روایات لیتا ہے تو اسکی تدلیس اور مرسل روایت

مقبول ہے،اس لئے سعید ابن المسیب ،اورمحمد بن سیرین اورابراہیم نخعی رحمہم اللہ کی مرسل روایات محدثین کے نزدیک صحیح ہیں۔

(التمہید لابن عبدالبر ج:۱ ص:۳۰،واللفظ لہ،الاستذکار ج:۸ ص:۱۳)

اس سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

۱) امام ابراہیم نخعیؒ صرف ثقہ سے روایت کرتے تھے۔

۱۱) ابراہیم النخعیؒ کی تدلیس مقبول ہے۔

۱۱۱) ان کی علی الاطلاق مراسیل بھی صحیح ہیں۔

- حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) نے بھی کہا ہے کہ:

''لا یرسل الا عن ثقة، کسعید بن المسیب، و ابراهیم النخعي، و محمد بن سیرین''

۔۔۔وہ لوگ جو صرف ثقہ سے ارسال کرتے ہیں،مثلاً سعید بن المسیبؒ،ابراہیم نخعیؒ،محمد بن سیرینؒ ۔۔۔۔۔**(اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفة اصحاب الجحیم ج:۲ ص:۳۵۰)**

- حافظ صلاح الدین علائیؒ (م ۷۶۱ھ) کہتے ہیں کہ:

- امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) نے فرمایا کہ :

''قال الإمام الشافعي رحمه الله كان ابن سيرين وعروة بن الزبير وطاووس وابراهيم النخعي وغير واحد من التابعين يذهبون الى ان لا يقبلوا الحديث الا عن ثقة''

امام شافعیؒ نے کہا کہ ابن سیرین اور ابراہیم نخعی،طاؤس اوران کے علاوہ دیگر تابعین صرف ثقہ کی حدیث کو قبول کرتے تھے

- ایک اور روایت میں کہا کہ:

''لایقبلوا الحدیث إلا عن ثقة یعرف مایروي ویحفظ وما رأیت أحدا من أهل الحدیث یخالف هذا المذهب''

امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) نے کہا کہ ابن سیرین اور ابراہیم نخعی،طاؤس اوران کے علاوہ دیگر تابعین صرف اس ثقہ راوی کی حدیث کو قبول کرتے تھے،جو اپنی روایت کو سمجھتا اور اسے یاد رکھتا ہو اور میں نے کسی بھی اہل الحدیث کو نہیں دیکھا جو اس مذہب کی مخالفت کرتا ہو۔**(جامع التحصیل ص:۶۸،۶۹،الکفایة:ص ۱۳۲،التمہید لابن عبدالبر: ج:۱ ص:۳۹)**

- امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ)،ابراہیم نخعی اور سعید بن المسیب کی مرسل روایات کے بارے میں فرماتے ہیں:

"مرسلات سعيد بن المسيّب أصحّ المرسلات، ومرسلات إبراهيم النّخعيّ لا بأس بها، وليس في المرسلات أضعف شيء من مرسلات الحسن وعطاء ابن أبي رباح، فإنّهما يأخذان عن كلّ أحد"۔

سعید بن مسیب رحمہ اللہ کی مرسل روایات، مرسلات میں سب سے زیادہ صحیح ہیں، ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی مرسل روایات میں کوئی حرج نہیں، جبکہ مرسلات میں حسن بصری رحمہ اللہ اور عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کی مرسلات سے بڑھ کر کوئی ضعیف نہیں، کیونکہ وہ دونوں ہر ایک سے روایات لیتے تھے۔ **(المعرفۃ والتاریخ للفسوی: ج ۳: ص ۲۳۹)**

امام احمدؒ کے اس قول سے یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ ان کے نزدیک ابراہیم النخعی وسعید بن المسیب ثقات کے علاوہ کسی سے روایت نہیں لیتے تھے جس کی وجہ سے ان کی مراسیل مقبول ہیں۔

- محدث أبو الولید الباجیؒ (م ۴۷۴ھ) لکھتے ہیں کہ:

"لا يرسل الا عن الثقات كإبراهيم النخعي و سعيد بن المسيب"

ابراہیم النخعی اور سعید بن المسیب ثقہ راویوں کے علاوہ کسی سے بھی ارسال نہیں کرتے تھے۔

(الإشارة في معرفة الأصول: ص ۲۳۰، نزہۃ النظر: ص ۸۳، ت عتر)

ان تمام حوالوں کا خلاصہ یہ ہے کہ:

- ابراہیم نخعیؒ کی تمام مراسیل صحیح وجید ہیں اور ان میں کوئی حرج نہیں ہے، سوائے حدیث تاجر البحرین اور حدیث الضحک فی الصلاۃ کے۔

- اس لئے کہ امام، حافظ ابراہیم نخعیؒ **(م ۹۶ھ)** صرف ثقہ سے روایت کرتے تھے، کما قال الائمۃ الجرح والتعدیل۔

یعنی جب ثقہ سے ہی ارسال کرتے تھے، تو پھر ضعیف راوی کا احتمال ہی کہاں رہا۔ نیز اس تفصیل سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ابراہیم النخعیؒ **(م ۹۶ھ)** صرف ثقہ سے روایت کرتے تھے۔ **(مزید تفصیل کے لئے دیکھئے مجلہ الاجماع: ش ۱۱: ص ۶)**،

لہذا زبیر صاحب کا اعتراض غیر صحیح اور باطل ہے۔

نوٹ:

بعض ائمہ نے مشائخ ابراہیم النخعی میں کچھ روات کی نشاندہی فرمائی ہیں کہ وہ مجہول ہیں، مگر اس کا جواب بھی **مجلہ الاجماع: ش ۱۱: ص ۴۳**، پر دیا جا چکا ہے۔ لہذا مشائخ ابراہیم النخعی میں کوئی ضعیف راوی نہیں ہے۔

سوم یہی وجہ ہے کہ زبیر صاحب کی تاویل کہ "ممکن ہے ابراہیم کے نزدیک وہ ثقہ ہوں، مگر دیگر ائمہ فن کے ہاں ضعیف ہوں" غیر صحیح ومرجوح ہے، کیونکہ جب مشائخ ابراہیم النخعی میں کوئی ضعیف راوی نہیں ہے۔ فیما اعلم۔ تو ان کا یہ اعتراض غیر صحیح ہے۔

غالباً انہی وجوہات کی بنا پر ائمہ علل وائمہ جرح وتعدیل اور ائمہ محدثین نے مراسیل ابراہیم النخعی کو صحیح اور مقبول مانا ہے، کما مر۔

چہارم اور پھر ابن مسعودؓ سے مروی مراسیل میں تو، وہ خاص طور سے حجت ہیں، کیونکہ وہ ابن مسعود اور ان کے صحاب عبداللہ کے علم وفتاوی کے سلسلے میں اعلم الناس تھے، چنانچہ امام ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) کے بارے میں

- حافظ الزماں، اعلم الناس فی عصرہ، امیر المومنین فی الحدیث، امام علی بن المدینیؒ (م ۲۳۴ھ) فرماتے ہیں کہ

"وكان إبراهيم عندي من أعلم الناس بأصحاب عبد الله وأبطنهم به"۔ (**کتاب العلل لابن المدینی: ص ۴۳**)،

- حافظ الدنیا، امام العلل، امام ابوالحسن الدارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں کہ

"فإبراهيم النخعي هو أعلم الناس بعبد الله وبرأيه وبفتياه"۔ (سنن الدارقطنی: ج ۴: ص ۲۲۴، حدیث نمبر ۳۳۶۵)،

- حافظ شمس الدین الذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے کہا:

"وكان بصيرا بعلم ابن مسعود، واسع الرواية، فقيه النفس، كبير الشأن، كثير المحاسن - رحمه الله تعالى"۔ (سیر اعلام النبلاء: ج ۴: ص ۵۲۰)،

لہذا بتصریح ائمہ علل، جب ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ)، ابن مسعودؓ اور ان کے اصحاب کے سلسلے میں اعلم الناس ہیں، لہذا ابن

مسعودؓ کے سلسلے میں ان ہی کا قول مقدم ہوگا۔[۱]

پنجم 　حافظ الذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) کے قول ''استقر الأمر علی أن إبراهيم حجة، وأنه إذا أرسل عن ابن مسعود وغيره فليس ذلك بحجة'' کے جواب میں الدکتور قاسم علی سعد حفظہ اللہ نے کہا:

''فابراهيم النخعي لا يشك احد انه ثبت حجة بل ذهب جمهور النقاد الى تصحيح وتحسين مراسيله لكونه كان ينتقي الشيوخ ولا ياخذ عن كل احد، واعلى مراسيله صحة ما ارسله عن ابن مسعود وذلك لما رواه شعبة عن الاعمش - كما في الطبقات الكبرى - قال: قلت لابراهيم: اذا حدثتني عن عبد الله فاسند، قال: اذا قلت: قال عبد الله، فقد سمعته من غير واحد من اصحابه واذا قلت: حدثني فلان فحدثني فلان۔

وقد علق ابن رجب في شرح علل الترمذي على هذه الرواية بقوله: وهذا يقتضي ترجيح المرسل على المسند لكن عن النخعي خاصة فيما ارسله عن ابن مسعود خاصة۔

وقال ابن القيم في زاد المعاد: ومن المعلوم ان بين ابراهيم وعبد الله ائمة ثقات لم يسم قط مبهما ولا

---

(۱) 　یعنی ابن مسعودؓ کے ترکِ رفع کے مذہب کی صحت میں کوئی شک نہیں ہے۔ یہی نہیں، بلکہ تمام اصحاب ابن مسعودؓ اور اصحاب علیؓ کا مذہب بھی ترک رفع ہے، چنانچہ ثقہ، حافظ، ابوبکر ابن ابی شیبہؒ (م ۲۳۵ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا وكيع وأبو أسامة، عن شعبة، عن أبي إسحاق، قال: كان أصحاب عبد الله، وأصحاب علي لا يرفعون أيديهم إلا في افتتاح الصلاة، قال وكيع: ثم لا يعودون۔

ابو اسحاق السبیعیؒ (م ۱۲۹ھ) فرماتے ہیں کہ اصحاب عبد اللہ بن مسعودؓ اور اصحاب علیؓ، صرف شروع نماز ہی میں رفع الدین کرتے تھے، راوی حدیث وکیعؒ کی روایت میں [اضافہ] ہے کہ بعد میں [رکوع وغیرہ میں] نہیں کرتے تھے۔(**مصنف ابن ابی شیبۃ: حدیث نمبر ۲۴۶۱**)، اس روایت کے تمام روات ثقات بلکہ اثبات ہیں۔ لہذا سند بالکل صحیح ہے۔

اب جب تمام اصحاب ابن مسعودؓ اور اصحاب علیؓ [جن کی تعداد ''۲۰۰'' سے زائد ہے، ان] کا مذہب ترک رفع کا ہیں، اسی طرح ابن مسعودؓ کا مذہب بھی یہی ہیں، جیسا کہ تفصیل گزر چکی۔

تو حافظ الذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) کی تاویل کہ ''ويجوز أن عليًا عليه السلام يترك رفعهما لبيان الجواز ''محل نظر ہوگی، کیونکہ اگر صرف بیان جواز کے لئے، حضرت علیؓ نے ترک رفع کا عمل کیا تھا، تو پھر تمام ان کے تمام اصحاب کا مذہب ترک رفع نہ ہوتا۔ مگر ان کا مذہب ترک رفع کا ہی ہیں، جیسا کہ گزر چکا۔

لہذا یہ تاویل محل نظر ہے اور راجح یہی ہے کہ حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ، کا مذہب ترک رفع کا ہے۔ واللہ اعلم

مجروحاً ولا مجهولاً فشيوخه الذين اخذ عنهم عن عبد الله ائمة اجلاء نبلاء، وكانوا - كما قيل - سرج الكوفة، وكل من له ذوق في الحديث اذا قال ابراهيم: قال عبد الله، لم يتوقف في ثبوته عنه وان كان غيره ممن في طبقته لو قال: قال عبد الله لا يحصل لنا الثبت بقوله فابراهيم عن عبد الله نظير ابن المسيب عن عمر ونظير مالك عن ابن عمر فان الوسائط بين هؤلاء وبين الصحابة اذا سموهم وجدوا من اجل الناس واوثقهم واصدقهم۔

وقد ذكر العلائي في جامع التحصيل: ان البيهقي خص مراسيل ابراهيم المحتج بها بما ارسله؛ عن ابن مسعود دون غيره، هذا تحكم من ابي بكر رحمه الله، لان اقوال النقاد كابن معين واحمد بن حنبل وابن عبد البر عامة مخصصة۔

واما قول الذهبي: استقر الامر على ان ابراهيم حجة وانه اذا ارسل عن ابن مسعود وغيره فليس ذلك بحجة، فهو مخالف للجمهور من الاحتجاج بمراسيل النخعي، خاصة فيما ارسله عن ابن مسعود''۔(**منہج الامام النسائی فی الجرح والتعدیل: ص ۱۲۸**)، لہذا میزان میں موجود عبارت مرجوح ہے۔

نیز خود حافظ الذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) کی مراسیل کو ''مرسل جيد لا بأس به'' کہا ہے، کما مر۔ لہذا جمہور کی رائے کے موافق ہونے کی وجہ سے، یہی قول زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

اور رہا، امام الشافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کی رائے، تو امام یحیی بن سعید القطانؒ (م ۱۹۸ھ)، امام یحیی بن معینؒ (م ۲۳۳ھ)، امام علی بن المدینیؒ (م ۲۳۴ھ)، [۱] ، امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ)، امام ابوالحسن الدارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ)، وغیرہ کئی ائمہ علل وائمہ جرح وتعدیل وائمہ محدثین کی رائے کے مقابلے میں مرجوح ہے۔

اور پھر ابراہیم نخعیؒ کی تمام مراسیل صحیح وجید ہیں اور ان میں کوئی حرج نہیں ہے، سوائے ''۲'' کے اور یہ اس لئے کہ امام، حافظ

---

(۱) حافظ صلاح الدین العلائیؒ (م ۷۶۱ھ) نے کہا:

''أحدها الفرق بين من عرف عادته أنه لا يرسل إلا عن ثقة فيقبل مرسله وبين من عرف أنه يرسل عن كل أحد سواء كان ثقة أو ضعيفا فلا يقبل مرسله وهذا اختيار جماعة كثيرين من أئمة الجرح والتعديل كيحيى بن سعيد القطان وعلي بن المديني وغيرهما''۔(**جامع التحصیل: ص ۷۳**)، یعنی امام ابن المدینیؒ (م ۲۳۴ھ) کے نزدیک، امام ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) کی مراسیل مقبول ہوگی۔

نیز انہوں نے، ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) کو ''من أعلم الناس بأصحاب عبد الله وأبطنهم به'' بھی قرار دیا ہے، کما مر۔

ابراہیم نخعیؒ (م ۹۶ھ) صرف ثقہ سے روایت کرتے تھے، کما قال الائمۃ الجرح والتعدیل۔

یعنی جب ثقہ سے ہی ارسال کرتے تھے، تو پھر ضعیف راوی کا احتمال ہی کہاں رہا۔ نیز ان کے مشائخ میں بھی کوئی ضعیف راوی نہیں ملا۔ جیسا کہ گزر چکا،

لہذا ابراہیم النخعی عن عبداللہ کی مراسیل کو خاص طور سے ضعیف کہنا صحیح نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم

خلاصہ زبیر صاحب کا ابراہیم النخعی عن عبداللہ کی مراسیل کو ضعیف کہنا غیر صحیح اور باطل ہے اور جمہور کے یہاں وہ صحیح، جید اور مضبوط ہیں۔ واللہ اعلم

ششم ترکِ رفع کے سلسلے میں مروی، ایک روایت میں ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) نے ''**عن الأسود: أن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه كان يرفع يديه في أول التكبير ثم لا يعود لشيء من ذلك، ويأثر ذلك عن النبي صلى الله عليه وسلم**'' کی صراحت کی ہے۔ (**مسند الامام ابی حنیفۃ للحارثی: ج ۲: ص ۵۰۱**، نیز دیکھئے ص:)،

یعنی معلوم ہوا کہ یہاں پر ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) اور ابن مسعودؓ کے درمیان موجود، کئی روات میں اسود بن یزید النخعیؒ (م ۷۵ھ) بھی شامل ہیں۔ والحمد للہ

لہذا اب ابن مسعودؓ سے مروی، ترکِ رفع کی روایت کو منقطع کہنا کسی بھی صورت میں صحیح نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم

نیز حفاظِ حدیث اور ائمہ محدثین کی ایک جماعت نے تسلیم کیا ہے کہ ابن مسعودؓ کا مذہب، ترکِ رفع الیدین کا تھا۔

- چنانچہ حافظ ابن حزم الظاہریؒ (م ۴۵۶ھ) نے صراحت کی ہے کہ حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ، پہلی تکبیر کے علاوہ، کسی اور مقام پر رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ

''**وإن كان علي، وابن مسعود - رضي الله عنهما - لا يرفعان، فقد كان ابن عمر، وابن عباس، وجماعة من أصحاب رسول الله - صلى الله عليه وسلم - يرفعون فليس فعل بعضهم حجة على فعل بعض، بل الحجة على جميعهم ما صح عن رسول الله - صلى الله عليه وسلم - وعلى كل حال فإن كان ابن مسعود، وعلي: لا يرفعان**''۔ (**المحلی: ج ۳: ص ۴**)

- امام ابو عیسی الترمذیؒ (م ۲۷۹ھ) کہتے ہیں کہ ''**وبه يقول غير واحد من أهل العلم من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، والتابعين، وهو قول سفيان الثوري، وأهل الكوفة**''۔ (**سنن الترمذی: حدیث نمبر ۲۵۷**)،

- اسی طرح، ثقہ، ثبت، حافظ، امام ابونعیم، الفضل بن دکینؒ (م ۲۱۹ھ) نے کہا:

''وهل بلغك ذلك عن أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم ورضي عنهم الذين كانوا مثل علي بن أبي طالب، وعبد الله بن مسعود، وحذيفة بن اليمان، وعمار بن ياسر، وغيرهم''۔(دیکھئے ص:۵۰)

یعنی امام ابونعیم، الفضل بن دکین الکوفیؒ (م ۲۱۹ھ) کے نزدیک، حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ کا عمل ترک رفع کا تھا۔

- حافظ المغرب، امام ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) نے کہا: ''واختلف العلماء في رفع الأيدي في الصلاة وعند الركوع وعند رفع الرأس من الركوع وعند السجود والرفع منه بعد إجماعهم على جواز رفع الأيدي عند افتتاح الصلاة مع تكبيرة الإحرام فقال مالك فيما روى عنه ابن القاسم يرفع للإحرام عند افتتاح الصلاة ولا يرفع في غيرها۔۔۔۔۔۔ وهو قول الكوفيين أبي حنيفة وسفيان الثوري والحسن بن حي وسائر فقهاء الكوفة قديما وحديثا وهو قول بن مسعود وأصحابه والتابعين بها''۔(الاستذکار: ج۱: ص۴۰۸)

- ثقہ، حافظ، فقیہ، امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) فرماتے ہیں کہ

''جاء الثبت عن علي بن ابي طالب وعبد الله بن مسعود انهما لا يرفعان في شيء من ذلك الا في تكبيرة الافتتاح''۔(کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ: ج۱: ص۹۴)

لہذا ائمہ کی ایک جماعت کے نزدیک یہ ثابت ہے کہ ابن مسعودؓ کا مذہب، ترک رفع کا تھا۔ والحمدللہ

امام ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) کا ''عنعنہ'' مقبول ہے۔

-مولانا نذیر الدین قاسمی

امام ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) کی ''عنعنہ'' کو ائمہ نے مقبول مانا ہے، چنانچہ

- حافظ صلاح الدین العلائیؒ (م ۷۶۱ھ) فرماتے ہیں کہ

''وثانيها من احتمل الأئمة تدليسه وخرجوا له في الصحيح وإن لم يصرح بالسماع وذلك إما لإمامته أو لقلة تدليسه في جنب ما روى أو لأنه لا يدلس إلا عن ثقة وذلك كالزهري وسليمان الأعمش وإبراهيم النخعي''۔

[مدلسین کی] دوسری [جماعت] وہ ہے، جن کی تدلیس کو محدثین نے قبول کیا ہے، اوران کی حدیثوں کو صحیح حدیثوں کے ضمن میں بیان کیا ہے، یا تو ان کی امامت کی وجہ سے یا اس لئے کہ ان کی مسندروایات کے مقابلے مدلَّس روایتوں کی تعداد بہت کم ہے، یا چونکہ وہ صرف ثقہ سے تدلیس کرتے تھے، اس طرح کی مدلس محدثین جیسے امام زہری، امام سلیمان الاعمش اور امام ابراہیم نخعی ہیں۔(**جامع التحصیل: ص ۱۱۳**)،

- حافظ ابوزرعۃ ابن العراقیؒ (م ۸۲۶ھ) اور
- حافظ سبط ابن العجمیؒ (م ۸۴۱ھ) نے ان کی تائید فرمائی ہے۔(**کتاب المدلسین لابی زرعۃ: ص ۱۰۸، التبیین لاسماء المدلسین: ص ۶۵**)،
- حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے بھی ان کو ''طبقات ثانیہ'' میں شمار کیا ہے۔(**تعریف اهل التقديس بمراتب الموصوفين بالتدليس: ص ۲۸**)
- شیخ عبدالرحمٰن المعلمیؒ (م ۱۳۸۶ھ) نے ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) کو ''طبقات ثانیہ'' کا مدلس ہی مانا ہے۔(**کتاب مصطلح الحدیث، رسائل فی علوم الحدیث للمعلمی: ص ۲۸۲، طبع دار ابن عباس، مصر**)
- مشہور محدث حماد بن محمد الانصاریؒ (م ۱۴۱۸ھ) نے کہا:

''طبقات المدلسين:

المدلسون ليسوا على حد واحد بحيث تتوقف في كل ما قال فيه كل واحد منهم (عن) أو وحدة من أختيها

اللتين تقدمتا معها أو بغير أداة ولم يصرح بالسماع بل هم خمس طبقات:

أولا: من لم يوصف بالتدليس إلاّ نادرا جدا بحيث ينبغي ألا يعد في المدلسين كيحيي بن سعيد الأنصاري وهشام بن عروة وموسى بن عقبة, ممن سيأتي ذكرهم في طبقتهم إن شاء الله.

ثانيا: من احتمل الأئمة تدليسه وخرّجوا له في الصحيح وإن لم يصرح بالسماع, وذلك لواحد من أسباب ثلاثة:

أ- إما لإمامته.

ب- وإما لقلة تدليسه في جنب ما روى

ج- وإما لأنه لا يدلس إلاّ عن ثقة, كالزهري وسليمان الأعمش وإبراهيم النخعي وإسماعيل بن أبي خالد وسليمان التيمي وحميد الطويل والحكم بن عتيبة ويحي بن أبي كثير وابن جريج والثوري وابن عيينة وشريك القاضي وهشيم ''۔(*التدلیس والمدلسین*: ص ۹۳، مجلة الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة)

- *شیخ محمد بن طلعت حفظہ اللہ نے کہا:*

''فلا ینبغی التوقف فی عنعنته اذا صح سماعه من الشیخ الذی یروی عنه، والله اعلم''۔(*معجم المدلسین*: ص ۷۶)۔

- *الدکتور ابوذر، عبد القادر بن مصطفی المحمدی کہتے ہیں کہ*

''المدلسون لیسوا بمرتبة واحدة فمنهم المقل، ومنهم المکثر، ومنهم بین ذلک، ومنهم من لم یدلس إلا نادراً، یقول العلائي: "لیعلم بعد ذلك أن هؤلاء كلهم لیسوا على حد واحد بحیث إنه یتوقف في كل ما قال فیه واحد منهم عن ولم یصرح بالسماع بل هم على طبقات__________الطبقة الثانیة: من احتمل الأئمة تدلیسه وخرجوا له في الصحیح وإن لم یصرح بالسماع وذلك إما لإمامته أو لقلة تدلیسه في جنب ما روى أو لأنه لا یدلس إلا عن ثقة, كالزهري وسلیمان الأعمش وإبراهیم النخعي''۔(الوجیز النفیس في معرفة التدلیس: *ص* ۲۵، بحث منشور في مجلة مركز البحوث والدراسات في الوقف السني - بغداد، ۲۰۰۵م)

- *الدکتور الشریف حاتم العونی حفظہ اللہ نے کہا:*

''فلا توجب مثل هذه الروایة التوقف فی قبول عنعنة ابراهیم النخعی ولا فی الکلام فی قبولها ولا اثر لوصف خلف بن سالم لابراهیم: بعجیب التدلیس علی قبول تلک عنعنة''۔(*ارسال الخفی وعلاقتہ بالتدلیس*: ص ۴۶۶)

- الدکتور یوسف محمد رشید جیر وحفظہ اللہ نے تفصیل سے، ابراہیم النخعیؒ (م۹۶ھ) کی ''عنعنہ'' مقبول ثابت کیا ہے، چنانچہ انہوں نے کہا:

''یمکن اجمال اسباب احتمال الائمة لتدلیس ابراهیم النخعی فی الآمور الآتیة:

۱- ان ما وصف به هو نوع من الارسال لا من التدلیس۔

۲- ان صورة التدلیس ولو کانت ظاهرة فی روایته عن عائشة رضی اللہ عنہا علی فرض القول بثبوت رؤیته لها - الا ان تلامذ ابراهیم وائمة هذا الشان یعرفون عدم سماعه منها فان وجدت صورة التدلیس فلم یوجد الایهام الذی هو رکن التدلیس۔

۳- ان ابراهیم النخعی من الائمة المکثرین من الحدیث۔

۴- ملازمته لاصحاب عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ومعرفته بحدیثه، یقول الذهبی: وکان بصیراً بعلم ابن مسعود واسع الروایة۔

۵- نصه علی انه ان اسقط ما بینه وبین ابن مسعود رضی اللہ عنہ، فقد رواه عن جماعة عنه، وعلی هذا فقد علمت الواسطة مع ثقتها ولجزم بان الحدیث صحیح، ولذلک یقول الحافظ ابن رجب: وهذا یقتضی ترجیح المرسل علی المسند لکن عن النخعی خاصة فیما ارسله عن ابن مسعود۔۔۔۔'' ۔(من احتمل الائمة تدلیسهم من الرواة: ص ۲۶۸-۲۶۹)

خلاصہ یہ کہ امام ابراہیم النخعیؒ (م۹۶ھ) کی ''عنعنہ'' کو ائمہ نے قبول کیا ہے، لہذا اس پر اعتراض فضول و بیکار ہے۔ واللہ اعلم

وتر کی نماز میں رفع الیدین کا ثبوت۔

تحقیق: **فیصل کریم صاحب**

ترتیب ونظر ثانی وحاشیہ: مولانا نذیر الدین قاسمی

وتر کی نماز میں رفع الیدین کرنا مسنون ہے، جس کے دلائل درج ذیل ہیں:

دلیل نمبر "۱":

- امام ابوالقاسم، سلیمان بن احمد الطبرانیؒ (م ۳۶۰ھ) نے کہا:

حدثنا محمد بن النضر الأزدي، ثنا معاوية بن عمرو، ثنا زائدة، عن ليث، عن عبد الرحمن بن الأسود، عن أبيه، قال: كان عبد الله يقرأ في آخر ركعة من الوتر: قل هو الله أحد، ثم يرفع يديه فيقنت قبل الركعة۔

حضرت اسودؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ وتر کی آخری رکعت میں قل ھواللہ أحد پڑھتے، پھر رفع یدین کرتے، پھر رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے۔ (**المعجم الکبیر للطبرانی: ج۹: ص ۲۸۳، حدیث نمبر ۹۴۲۵**)،

- حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہؒ (م ۲۳۵ھ) نے کہا:

حدثنا معاوية بن هشام، قال: حدثنا سفيان، عن ليث، عن عبد الرحمن بن الأسود، عن أبيه، عن عبد الله؛ أنه كان يرفع يديه في قنوت الوتر۔

حدثنا عبد الرحمن بن محمد المحاربي، عن ليث، عن ابن الأسود، عن أبيه، عن عبد الله؛ أنه كان يرفع يديه إذا قنت في الوتر۔ (**کتاب المصنف لابن ابی شیبۃ: حدیث نمبر ۷۰۲۷-۷۰۲۸**)،

- امام ابوبکر البیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) نے کہا:

أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب، ثنا العباس بن محمد الدوري، ثنا الأسود بن عامر شاذان، أنبأ شريك، عن الليث، عن عبد الرحمن بن الأسود، عن أبيه قال: "كان ابن مسعود يرفع يديه في القنوت إلى ثدييه۔ (**السنن الکبری للبیہقی: ج ۳: ص ۵۹**)

اسانید کی تحقیق:

(۱) امام ابوبکر البیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) مشہور ثبت، حافظ ہیں۔ (سیر: ج ۱۸: ص ۱۶۸)،

(۲) صاحب المستدرک، امام ابوعبداللہ الحاکمؒ (م ۴۰۵ھ) بھی مشہور ثقہ، حافظ الحدیث، شیخ المحدثین ہیں۔ (**کتاب الثقات للقاسم: ج ۸: ص ۳۹۲**)،

(۳) حافظ محمد بن یعقوب، ابوالعباس الاصمؒ (م ۳۴۶ھ) بھی مشہور ثقہ، حافظ ہیں۔ (**الروض الباسم: ج ۲: ص ۱۲۷۰**) اور ان کے متابع میں ثقہ، ثبت، حافظ، امام ابوالقاسم الطبرانیؒ (م ۳۶۰ھ) موجود ہیں۔ (**لسان المیزان: ج ۴: ص ۱۲۵**)،

(۴) حافظ عباس بن محمد الدوریؒ (م ۲۷۱ھ) سنن اربع کے راوی اور ثقہ، حافظ ہیں۔ (**تقریب: رقم ۳۱۸۹**)، اور ان کے متابع میں ثقہ، حافظ محمد بن احمد بن النضر ابوبکر الازدیؒ (م ۲۹۱ھ) موجود ہیں۔ (**ارشاد القاصی والدانی: ص ۵۰۰**)،

(۵) الاسود بن عامر، شاذانؒ (م ۲۰۸ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (**تقریب: رقم ۵۰۳**)، اور ان کے متابع میں ثقہ، امام معاویہ بن عمرو الازدیؒ (م ۲۱۴ھ) اور حافظ ابوبکر ابن ابی شیبة ؒ (م ۲۳۵ھ) موجود ہیں۔ (**تقریب: رقم ۶۷۶۸، ۳۵۷۵**)

(۶) شریک بن عبداللہ النخعیؒ (م ۱۷۸ھ) صحیح مسلم و سنن اربع کے راوی اور قبل تغیر حفظہ صدوق ہیں، (**فتح الباری: ج ۴: ص ۴۲۲**)، بلکہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے کہا: "**كان من الاثبات ولما ولي القضاء تغير حفظه**"۔ (**طبقات المدلسین: ص ۳۳**)، اور ان کے متابع میں ثقہ، ثبت، حجت، حافظ زائدة بن قدامة الثقفیؒ (م ۱۶۰ھ)، ثقہ، ثبت، حجت، حافظ، عابد، امام سفیان الثوریؒ (م ۱۶۱ھ) اور ثقہ، حافظ عبدالرحمٰن بن محمد بن زیاد المحاربیؒ (م ۱۹۵ھ) موجود ہیں۔ (**تقریب: رقم ۱۹۸۲، ۲۴۴۵، تحریر تقریب التہذیب: رقم ۳۹۹۹**)

نوٹ نمبر "۱":

اگرچہ شریک بن عبداللہ النخعیؒ (م ۱۷۸ھ) کا حافظہ، قضاء کی ذمہ داری کے وقت متغیر ہو گیا تھا، مگر الاسود بن عامر، شاذان ؒ (م ۲۰۸ھ) نے ان سے، ان کے حافظہ متغیر ہونے سے پہلے سماع کیا تھا۔ (**فتح الباری: ج ۴: ص ۴۲۲**)،

لہذا یہاں پر، شریکؒ کے اختلاط کا اعتراض فضول ہے۔ نیز ان کے متابع بھی موجود ہیں، کما مر۔

نوٹ نمبر "۲":

شریک بن عبداللہ النخعیؒ (م ۱۷۸ھ) کا "عنعنہ" ائمہ محدثین کے نزدیک مقبول ہے۔ (**طبقات المدلسین: ص ۳۳، معجم المدلسین لابن طلعت: ص ۲۴۸**)، نیز ان کے متابع میں حافظ زائدة بن قدامة الثقفیؒ (م ۱۶۰ھ)، امام سفیان الثوریؒ (م ۱۶۱ھ) اور حافظ عبدالرحمٰن بن محمد بن زیاد المحاربیؒ (م ۱۹۵ھ) موجود ہیں۔

لہذا یہاں ان کی ''عنعنہ'' پر اعتراض ہی مردود ہے۔ واللہ اعلم

(۷)　محدث الکوفۃ و أحد علمائھا الأعیان اللیث بن ابی سلیمؒ (م ۱۴۸ھ) قبل اختلاط صدوق ہیں، ان پر جرح، ان کے اختلاط کی وجہ سے ہی ہوئی تھی۔ (دیکھئے ص: ۴۶)۔

نوٹ نمبر ''۱'':

امام سفیان الثوریؒ (م ۱۶۱ھ) نے ان سے، ان کے اختلاط سے پہلے روایت لی ہے۔ (دیکھئے ص: ۴۶، ۴۷، ۴۸)،
لہذا اختلاط والا اعتراض کمزور ہوگا اور یہاں اس روایت میں لیثؒ (م ۱۴۸ھ)، کم از کم صدوق ہیں۔ واللہ اعلم

نوٹ نمبر ''۲'':

لیث بن ابی سلیمؒ (م ۱۴۸ھ) کو مدلس کہنا محل نظر ہے۔ (**مختصر زوائد مسند البزار: ج ۲: ص ۸۰۱، نیز دیکھئے نثل النبال: ج ۴: ص ۵۵۳، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ: ج ۵: ص ۲۲۵**)، لہذا ان کی عنعنہ پر اعتراض درست نہیں۔ واللہ اعلم

(۸)　عبدالرحمٰن بن الاسود بن یزیدؒ (م ۹۹ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (**تقریب: رقم ۳۸۰۳**)۔

(۹)　اسود بن یزید النخعیؒ (م ۷۵ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، مکثر، فقیہ ہیں۔ (**تقریب: رقم ۵۰۹**)۔

(۱۰)　عبداللہ بن مسعودؓ (م ۳۲ھ) مشہور صحابی رسول ﷺ اور من السابقین الأولین ہیں۔ (**تقریب**)

حکم:

اس روایت کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں اور سند حسن ہے، یہی وجہ ہے کہ

- محدث محمد بن علی النیمویؒ (م ۱۳۲۲ھ) نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ (**آثار السنن: ص ۱۲۹**)۔
- محدث ظفر احمد عثمانیؒ (م ۱۳۹۴ھ) نے بھی اس اثر کی تصحیح فرمائی ہے۔ (**اعلاء السنن: ج ۴: ص ۱۸۰۶**)۔
- نیز جزء رفع الیدین میں ہے کہ ''**قال البخاري: هذه الأحاديث كلها صحيحة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم , لا يخالف بعضها بعضا , وليس فيها تضاد لأنها في مواطن مختلفة**''۔ (**جزء رفع الیدین: ص ۶۸**)۔

لہذا یہ سند حسن ہے۔ واللہ اعلم

دلیل نمبر ''۲'':

- امام عبدالرزاق بن ہمام الصنعانیؒ (م ۲۱۱ھ) نے کہا:

عن معمر عن الزهري، عن حماد، عن إبراهيم، أن ابن مسعود كان يرفع يديه في الوتر، ثم يرسلهما بعد۔

ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ وتر میں رفع یدین کرتے تھے پھر دونوں ہاتھوں کو چھوڑ دیتے تھے۔(**کتاب المصنف لعبد الرزاق: حدیث نمبر ۴۹۵۲**)،

سند کی تحقیق:

(۱)　امام عبد الرزاق بن ہمام الصنعانیؒ (**م ۲۱۱ھ**) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، حافظ، شہیر ہیں۔(**تقریب: رقم ۴۰۶۴**)،

(۲)　معمر بن راشد الازدیؒ (**م ۱۵۴ھ**) بھی کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، ثبت، فاضل ہیں۔(**تقریب: رقم ۶۸۰۹**)،

(۳)　محمد بن مسلم، ابن شہاب الزہریؒ (**م ۱۲۵ھ**) بھی کتب ستہ کے مرکزی راوی اور ثقہ، حافظ، امام ہیں۔(**تقریب: رقم ۶۲۹۶**)

نوٹ:

ابن شہاب الزہریؒ (**م ۱۲۵ھ**) کا عنعنہ مقبول ہے۔(**معجم المدلسین لابن طلعت: ص ۴۱۶**)،

(۴)　حماد بن ابی سلیمانؒ (**م ۱۲۰ھ**) صحیح مسلم وسنن اربع کے راوی اور ثقہ، امام واثبت اصحاب ابراہیم ہیں۔(**مجلہ الاجماع: ش ۲۴: ص ۲۸**)،

نوٹ نمبر "۱":

حماد بن ابی سلیمانؒ (**م ۱۲۰ھ**) کا عنعنہ بھی مقبول ہے۔(**طبقات المدلسین: ص ۳۱**)، نیز وہ ابراہیم النخعیؒ کی روایت میں مکثر، مشہور ومعروف وثبت ہیں۔(**دیکھئے مجلہ الاجماع: ش ۲۴: ص ۲۸**)، لہذا اصول محدثین کی روشنی میں حماد عن ابراہیم کی روایات میں، حماد کا "عنعنہ" مقبول ہوگا۔(**مجلہ الاجماع: ش ۱۸: ص ۲۸**)،

نوٹ نمبر "۲":

حماد بن ابی سلیمانؒ (**م ۱۲۰ھ**) کا اصطلاحی مختلط ہونا، ثابت نہیں، (**مجلہ الاجماع: ش ۲۴: ص ۱۷**)، واللہ اعلم
لہذا ان پر اخیر عمر میں اختلاط کا اعتراض بھی کمزور ہی ہے۔

(۵)　ابراہیم النخعیؒ (**م ۹۶ھ**) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، حافظ، امام ہیں۔(**تقریب: رقم ۲۷۰، وغیرہ**)،

نوٹ نمبر "۱":

ابراہیم النخعیؒ (**م ۹۶ھ**) کا عنعنہ بھی مقبول ہے۔(**طبقات المدلسین: ص ۲۸، نیز دیکھئے ص: ۳۸**)، لہذا اس پر اعتراض ہی فضول ہے۔

نوٹ نمبر "۲":

ابراہیم النخعیؒ (م۹۶ھ) کی مراسیل، بالخصوص عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی مرسل روایات، بھی ائمہ علل وائمہ محدثین کے نزدیک صحیح ومقبول ہیں۔ (دیکھئے ص:۲۵)،

لہذا "ابراهيم عن عبد الله" کی سند پر اعتراض بھی کمزور ہے۔ واللہ اعلم

(۶)　عبداللہ بن مسعودؓ (م۳۲ھ) مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں، کما مر۔

حکم:

اس روایت کے تمام روات ثقہ ہیں اور چونکہ ائمہ کے نزدیک مراسیل ابراہیم مقبول ہیں، جیسا کہ گزر چکا،

لہذا یہ حدیث صحیح ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اہل حدیث عالم شیخ زکریا بن غلام قادر حفظہ اللہ نے اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

(ما صح من آثار الصحابة في الفقه: ج۱:ص ۴۱۳)

معلوم ہوا کہ ابن مسعودؓ وتر کی نماز میں، قنوت سے پہلے رفع الیدین کرتے تھے، واللہ اعلم۔

ایک متابع:

حافظ ابوبکر البیہقیؒ (م۴۵۸ھ) نے کہا:

أخبرنا أبو بكر بن الحارث الفقيه، أنبأ أبو محمد بن حيان، ثنا أبو إسحاق إبراهيم بن محمد بن الحسن هو الأصبهاني، ثنا أبو عامر موسى بن عامر، ثنا الوليد بن مسلم، أخبرني ابن لهيعة، عن موسى بن وردان "أنه كان يرى أبا هريرة يرفع يديه في قنوته في شهر رمضان۔ (السنن الكبرى للبيهقي: ج۳:ص۵۹)

سند کی تحقیق:

اس سند کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں، البتہ اس بات کا علم نہیں ہوسکا، کہ ولید بن مسلمؒ (م۱۹۵ھ) نے ابن لہیعہؒ (م۱۷۴ھ) سے کب روایت لی ہے، لیکن بہرحال متابع میں یہ روایت قابل ذکر ہے۔ واللہ اعلم

نیز حضرت عمرؓ سے بھی وتر کی نماز میں قنوت کے وقت رفع الیدین کرنا ثابت ہے، جس کی تفصیل آنے والے شماروں میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالی

خلاصہ یہ کہ وتر کی نماز میں بھی رفع الیدین کرنا مسنون ہے۔

تحفۃ المحصی

فی ترجمۃ

الامام اللیث بن ابی سلیم الکوفی۔

تحقیق: **فیصل کریم صاحب**

ترتیب ونظر ثانی وحاشیہ: مولانا نذیر الدین قاسمی

اللیث بن ابی سلیم الکوفیؒ (م ۱۴۸ھ) سنن اربع کے راوی ہے، نیز امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) نے تعلیقاً اور امام مسلمؒ (م ۲۶۱ھ) نے متابعۃً، ان سے روایت لی ہے۔ (تقریب: رقم ۵۶۸۵)، علماء کی ایک جماعت نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے، مگر دیگر نے صراحت کی ہے کہ لیثؒ صدوق ہیں، البتہ اخیر عمر میں ان کے اختلاط کی وجہ سے، ان میں ضعف آ گیا تھا، جس کی وجہ سے، ان پر کلام کیا گیا، اور ان کو ضعیف قرار دیا گیا اور جن حضرات نے ان سے قبل الاختلاط روایت لی ہے، ان کی روایت صحیح ومقبول ہوگی۔

چنانچہ تفصیل درج ذیل ہے:

- عیسی بن یونسؒ (م ۱۸۷ھ) نے کہا: ’’قد رأيته وكان قد اختلط، وكان يصعد المنارة ارتفاع النهار فيؤذن‘‘۔
- فضیل بن عیاضؒ (م ۱۸۷ھ) نے کہا: ’’كان ليث بن أبى سليم أعلم أهل الكوفة بالمناسك‘‘۔
- امام عبد الرحمٰن بن مہدیؒ (م ۱۹۸ھ) سفیان الثوری کے واسطہ سے لیث سے روایت کرتے تھے۔ چنانچہ حافظ ابو موسی، محمد بن المثنیؒ (م ۲۵۲ھ) نے کہا: ’’وسمعت عبد الرحمن يحدث عن سفيان عنه‘‘۔ (الضعفاء الکبیر للعقیلی: ج ۴: ص ۱۶)،
- امام ابن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) نے کہا: ’’وكان ليث رجلا صالحا عابدا. وكان ضعيفا في الحديث. يقال كان يسأل عطاء وطاوسا ومجاهدا عن الشيء فيختلفون فيه فيروي أنهم اتفقوا. من غير تعمد لذلك‘‘۔ (الطبقات الکبری: ج ۶: ص ۳۴۹)،
- امام یحیی بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) نے کہا: ’’ليث بن أبى سليم ضعيف إلا أنه يكتب حديثه‘‘۔

* ایک اور روایت میں کہا: ''ليس به بأس۔۔۔۔ عامة شيوخ ليث لا يعرفون''۔

* ایک جگہ کہا: ''ليث بن أبي سليم ضعيف مثل عطاء بن السائب وجميع من روى عن عطاء بن السائب روى عنه في الاختلاط إلا شعبة وسفيان''۔ (الکامل لابن عدی: ج ۷: ص ۲۳۳)،

- حافظ عثمان بن ابی شیبہؒ (م ۲۳۹ھ) نے کہا: ''ليث صدوق، ولكن ليس بحجة''۔

- امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) نے کہا: ''ليث بن أبي سليم مضطرب الحديث، ولكن حدث عنه الناس''۔

- امام البخاریؒ (م ۲۵۶ھ) نے کہا: ''ليث بن أبي سليم صدوق وربما يهم في الشيء''۔ (سنن الترمذی: حدیث نمبر ۲۸۰۱)،

- امام ابوالحسن عجلیؒ (م ۲۶۱ھ) نے کہا: ''ليث بن أبي سليم: جائز الحديث، وقال مرة: لا بأس به''۔ (الثقات للعجلی: رقم ۱۵۶۷)،

- امام یعقوب بن شیبہؒ (م ۲۶۲ھ) نے کہا: ''هو صدوق، ضعيف الحديث''۔

- حافظ ابوزرعۃ الرازیؒ (م ۲۶۴ھ) نے کہا: ''ليث بن أبي سليم لين الحديث، لا تقوم به الحجة عند أهل العلم بالحديث''۔

- امام ابوداود السجستانیؒ (م ۲۷۵ھ) نے کہا: ''حدث شعبة عن جماعة من الضعفاء: عن مسلم الأعور، والعرزمي، وعمرو بن عبيد، وموسى بن عبيدة، وجابر الجعفي، والحسن بن عمارة، وكان شعبة يقول: لا يحل لي أن أحدث عن الحسن بن عمارة، فقلت له: قد حدث عن ليث، فقال: ليث ليس هو مثل هؤلاء''۔ (سؤالات ابی عبید الآجری لابی داود: رقم ۹۷۷)،

- حافظ ابوحاتم الرازیؒ (م ۲۷۷ھ) نے کہا: ''ليث بن أبي سليم أحب إلي من يزيد بن أبي زياد، كان أبرأ ساحة يكتب حديثه، وكان ضعيف الحديث''۔

- امام، حافظ ابوبکر البزارؒ (م ۲۹۲ھ) نے کہا: ''كان أحد العباد إلا أنه أصابه اختلاط فاضطرب حديثه، وإنما تكلم فيه أهل العلم بهذا، وإلا فلا نعلم أحدا ترك حديثه''۔

- حافظ زکریا الساجیؒ (م ۳۰۷ھ) نے کہا: ''صدوق فيه ضعف، كان سيء الحفظ كثير الغلط''۔

- حافظ ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) نے کہا: ''وكان من العباد ولكن اختلط في آخر عمره حتى كان لا يدري ما يحدث

به فكان يقلب الأسانيد ويرفع المراسيل ويأتي عن الثقات بما ليس من أحاديثهم كل ذلك كان منه في اختلاطه''۔ (الثقات لابن حبان: ج ۲: ص ۲۳۱)

- حافظ ابو احمد، ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) نے کہا: ''له أحاديث صالحة غير ما ذكرت، وقد روى عنه شعبة، والثورى، وغيرهما من ثقات الناس، ومع الضعف الذى فيه يكتب حديثه''۔

- حافظ ابو الحسن الدارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) نے کہا: ''صاحب سنة، يخرج حديثه، ثم قال: إنما أنكروا عليه الجمع بين عطاء، وطاووس، ومجاهد حسب''۔

- حافظ ابن شاہینؒ (م ۳۸۵ھ) نے ان کو ''الثقات'' میں شمار کیا ہے۔ (تہذیب الکمال: ج: ص، تہذیب التہذیب: ج ۸: ص ۴۶۸)،

* ایک اور جگہ حافظ صاحبؒ نے کہا: ''وكلا أحمد بن حنبل، ويحيى بن معين في ليث متقارب، لم يطلقا عليه الكذب، بل مدحه أحمد بن حنبل ووثقه [بقوله]: حدث عنه الناس، وقد وثقه عثمان بن أبي شيبة، وهو به أعلم من غيره، لأنه من بلده، ولكن الكل أطلق عليه الاضطراب''۔ (المختلف فیہم: ص ۶۵)،

- حافظ ابو عبداللہ، ابن خلفون الازدیؒ (م ۶۳۶ھ) نے کہا: ''أبو كريب ليث بن أبي سليم الكوفي ضعيف في نافع، صدوق في غيره من الكوفيين''۔ (اسامی شیوخ مالک: ص ۲۶۱)،

- حافظ شمس الدین الذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے کہا: ''حسن الحديث، ومن ضعفه فإنما ضعفه لاختلاطه بآخرة''۔ (دیوان الضعفاء: ص ۳۳۳، رقم ۳۵۰۳)،

- حافظ نور الدین الہیثمیؒ (م ۸۰۷ھ) نے کہا: ''رواه الطبراني والبزار، وفيه ليث بن أبي سليم، وهو ثقة ولكنه مدلس اختلط''۔ (مجمع الزوائد: حدیث نمبر ۱۶۸۷۴)

- حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے کہا: ''صدوق، اختلط جدا ولم يتميز حديثه، فترك''۔ (تقریب: رقم)،

- ایک اور جگہ کہا: ''ضعيف الحفظ يعتبر به ويستشهد به''۔ (ہدی الساری: ص ۳۴۹)،

- ایک جگہ کہا: ''ليث وإن كان ضعيفًا، فإنما ضعفه من قبل حفظه، فهو متابع قوي''۔ (القول المسدد: ص ۹۶)،

- اور تغلیق التعلیق میں کہا: ''والصواب فيه عن ليث ما قاله الثوري لأن ليثا وهو ابن أبي سليم اختلط في آخر عمره ونسب إلى الضعف فأما ما سمع منه قبل الاختلاط فسماعه صحيح''۔ (ج ۲: ص ۳۰)،

اسی عبارت کو دکتور محمد عودۃ احمد الحوری حفظہ اللہ نے اپنے رسالے میں یوں نقل کیا ہے کہ

''وضعفه ابن حجر في عدة مواضع وقال في الهدى: ضعفه احمد وغيره وعلق البخاري قليلاً۔

وفي التقريب: صدوق اختلط جداً ولم يميز حديثه فترك، الا انه في التغليق بين ان من سمع منه قديماً كالثوري فحديثه عنه صحيح''۔(ليث بن ابي سليم ومروياته في الكتب السته، دراسة نقدية: ص ۹۴)،

ان تمام اقوال سے معلوم ہوا کہ

(۱)　لیث بن ابی سلیمؒ (م ۱۴۸ھ) صدوق ہیں، جیسا کہ کئی اقوال ائمہ سے ظاہر ہے۔

(۲)　لیث بن ابی سلیمؒ (م ۱۴۸ھ) اخیر عمر میں اختلاط ہو گیا تھا اور اسی اختلاط کی وجہ سے ہی، ائمہ نے ان کو مضطرب، ضعیف الحدیث کہہ کر کلام کیا ہے، جیسا کہ البزار، ابن حبان، ذہبی، ابن حجر وغیرہ کے حوالے گزر چکے۔

(۳)　اور قبل الاختلاط، لیث بن ابی سلیمؒ (م ۱۴۸ھ) صدوق، حسن الحدیث تھے، جیسا کہ ذہبی، نور الدین الہیثمی اور ابن حجر کے اقوال دیکھے جا سکتے ہیں۔

(۴)　قبل الاختلاط، لیث بن ابی سلیمؒ (م ۱۴۸ھ) سے شعبۃ اور سفیان الثوری نے روایت لی ہے، جیسا کہ امام ابن معینؒ کی روایت میں ہے۔ امام عبد الرحمٰن بن مہدیؒ (م ۱۹۸ھ) کا عن سفیان عن لیث کے طریق سے روایت لینا بھی اس پر دال ہے کہ سفیان عن لیث کی روایت اختلاط سے پاک ہے۔ نیز حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) کے نزدیک بھی سفیان عن لیث کی روایت اختلاط سے محفوظ ہے، جیسا کہ حوالہ گزر چکا۔

لہذا ان ائمہ کے نزدیک، سفیان اور شعبہ نے لیث سے قبل الاختلاط روایت لی ہے۔ واللہ اعلم

(۵)　لیث بن ابی سلیمؒ (م ۱۴۸ھ) پر جرح کی ایک وجہ، ان کے شیوخ مثلاً مجاہد، عطاء اور طاووس کو جمع کرنا بھی ہے، جیسا کہ ابن سعد اور دارقطنی کے قول میں تصریح ہے۔

(۶)　اور حافظ ابن خلفون الازیؒ (م ۶۳۶ھ) کے نزدیک، لیث بن ابی سلیمؒ (م ۱۴۸ھ) کوفی شیوخ سے روایت کرنے میں خصوصی طور پر صدوق ہیں، جیسا کہ حوالے گزر چکے۔

خلاصہ:

لیثؒ (م ۱۴۸ھ) قبل الاختلاط صدوق ہیں اور سفیان اور شعبہ نے ان سے قبل الاختلاط روایت لی ہے، واللہ اعلم۔

امام ابونعیم، الفضل بن دکین الکوفیؒ (م ۲۱۹ھ) کی شہادت کہ کوفی اصحابِ رسول ﷺ کا مذہب ترکِ رفع کا تھا۔

-مولانا نذیر الدین قاسمی

امام ابونعیم، الفضل بن دکین الکوفیؒ (م ۲۱۹ھ) مشہور ثقہ، ثبت، حجت، الحافظ الکبیر ہیں، کتب ستہ کے راوی اور بخاری کے کبار شیوخ میں سے ہیں۔ یہی ثقہ، ثبت، حجت، امام بھی نہ صرف ترک رفع کے قائل تھے، بلکہ اس بات کی صراحت بھی کرتے تھے کہ کوفی اصحاب رسول ﷺ اور تقریباً تمام ہی اہل کوفہ، ترک رفع یدین پر عامل تھے۔ چنانچہ

صدوق، حافظ ابو محمد الحارثیؒ (م ۳۴۰ھ) نے کہا:

حدثنا أحيد بن جرير بن المسيب الجوهري، قال: حدثنا هريم بن مسعر بن راشد الترمذي، قال: رأى أبو نعيم رجلا يرفع يديه عند الركوع، فلما فرغ الرجل من صلاته جذبه جذبة شديدة، وقال له: يا هذا! هذا قبة الاسلام، وكنز العلم، من رأيت من علمائها وفقهائها يفعل ذلك؟

وهل بلغك ذلك عن أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم ورضي عنهم الذين كانوا مثل علي بن أبي طالب، وعبد الله بن مسعود، وحذيفة بن اليمان، وعمار بن ياسر، وغيرهم، أو من أحد من التابعين أو من أتباعهم إلى يومك هذا، وقد صليت خلف مسعر بن كدام، والحسن بن صالح، وأبي حنيفة، فلم أرهم يرفعون وسفيان، وشريك، وغيرهم من مشايخ الكوفة وعامة من لقيت أيديهم إلا في التكبيرة الاولى فمن أنت حتى ترفع؟!! امض لا جزيت خيرا۔

ہریم الترمذیؒ کہتے ہیں کہ ابونعیمؒ نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع میں جاتے وقت رفع یدین کر رہے تھے، جب وہ صاحب نماز سے فارغ ہو گئے تو ابونعیمؒ نے بہت زور سے کھینچا اور کہا: جناب! یہ اسلام کا قلعہ اور علم کا خزینہ ہے، اس شہر کے علماء اور فقہاء میں سے تم نے کس کو ایسا کرتے دیکھا؟ حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت حذیفہؓ، حضرت عمارؓ وغیرہ جیسے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا کسی تابعی یا آج تک کسی تبع تابعی سے تم کو یہ بات پہنچی ہے؟ میں نے مسعر بن کدامؒ، حسن بن صالحؒ کے پیچھے نماز پڑھی ہے، اسی طرح

سفیانؒ، شریکؒ، کوفہ کے بڑے علماء اور عام علماء جن سے میری ملاقات ہوئی، میں نے ان میں سے کسی کو بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع کرتے نہیں دیکھا، تم ہو کون جو رفع یدین کرنے چلے؟!! دفع ہو۔ (**کشف الاثار الشریفة: ج۱: ص۳۱۶، رقم ۹۹۲**)

<u>**سند کی تحقیق:**</u>

(۱) حافظ ابو محمد، عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثیؒ (**م ۳۴۰ھ**) صدوق، حافظ الحدیث ہیں۔ (**مجلہ الاجماع: ش۱۹: ص۲۲**)

(۲) احید بن جریر بن المسیب البلخیؒ صدوق ہیں۔ (**کتاب الثقات للقاسم: ج۱: ص۲۹۲**)

(۳) ہریم بن مسعر بن راشد الترمذیؒ سنن الترمذی کے راوی اور صدوق، حسن الحدیث ہیں۔ (**تحریر تقریب التہذیب: رقم ۷۲۸۱**)،

(۴) امام ابو نعیم، الفضل بن دکین الکوفیؒ (**م ۲۱۹ھ**) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، ثبت، امام ہیں۔ (**تقریب: رقم ۵۴۰۱**)

<u>**حکم:**</u>

یعنی تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں اور سند حسن ہے۔ واللہ اعلم